زمانہ ہم کو ڈھونڈے گا، نہ جانے ہم کہاں ہوں گے

داستانِ دردِ دل

سوانح حیات

شیخ التفسیر والحدیث نمونۂ اسلاف شیخ المشائخ والعلماء

حضرت مولانا محمد اسفندیار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ونور اللہ مرقدہ

خلیفہ مجاز

حضرت خواجہ عبد المالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ خاص

مولانا خان بہادر عرف مار تونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

مولانا عدنان احمد صاحب عفی عنہ

نام کتاب	:	داستانِ دردِ دل
مرتب	:	مولانا عدنان احمد صاحب
سنِ اشاعت	:	شعبان ۱۴۴۱ھ بمطابق اپریل ۲۰۲۰ء
بارِ اشاعت	:	اول
ناشر	:	مکتبہ الحسنیٰ
رابطہ	:	0336-0080219
پتا	:	جامعہ دارالخیر، پلاٹ:ST-2، گلستانِ جوہر، بلاک ۱۵، کراچی

فہرستِ عنوانات

تقدیم ۷
شیخ العلوم والکمالات ۷
عرضِ مرتب ۹
نام ونسب ۱۱
تاریخ وجاے پیدائش ۱۱
تاریخِ وفات ولواحقین ۱۱
"پیر خانہ" کی وجہ تسمیہ ۱۱
حلیۂ مبارک ۱۲
حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف ۱۲
حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات ۲۶
حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق ۲۹
حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگانی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی ۳۷
زمانۂ طالبِ علمی کے چند واقعات ۴۱
مولانا خان بہادر رحمۃ اللہ علیہ (مارتونگ بابا) ۴۶
کراچی تشریف آوری ۴۸
دورِ تدریس ۵۰
مسجد قبا میں مدرسے کی بنیاد ۵۲
مدرسہ دارالخیر (گلستان جوہر) کی تعمیر ۵۳
جمعیت علماے اسلام ۵۴
سوادِ اعظم کا قیام ۵۶
ایامِ اسیری ۵۸
تحریکوں سے علیحدگی ۵۸
متفرق واقعات ۵۹
گناہوں سے حفاظت کا غیبی نظام ۵۹
مولانا عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا واقعہ ۶۰
پہلی مرتبہ ساؤتھ افریقہ کا سفر اور نصرتِ الٰہی ۶۰

مولانا جمال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ ۶۱
جنگل کے بادشاہ کا اسلام قبول کرنا ۶۱
ایک نابینا فقیر ۶۲
قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ۶۲
مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات ۶۳
مولانا حافظ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ ظرفی ۶۳
قاضی احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات ۶۴
مدرسے کی امداد کے لیے جانا ۶۴
گھر ملنے کا واقعہ ۶۴
زندگی کی پہلی تقریر ۶۵
مطالعہ جاری ہونا ۶۵
خواب میں دیدارِ الٰہی ۶۶
خانۂ کعبہ میں داخلہ ۶۶
سلسلۂ قادریہ کا ایک درویش ۶۶
اللہ تعالیٰ کی جانب سے خصوصی حفاظت ۶۷
ڈاکوؤں کا توبہ کرنا ۶۹
شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ ۶۹
شیخ درباba رحمۃ اللہ علیہ ۶۹
غیبی نصرت ۷۰
ایک جن کی حاضری ۷۰
مدینہ سے ایک بزرگ کی تشریف آوری ۷۰
خدمت کی برکت ۷۱
مولانا سمیع الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کا واقعہ ۷۱
بزرگانِ دین سے تعلق ۷۱
حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسفار ۷۵
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ۷۵
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ واقعات اولاد کی زبانی ۷۶
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چند واقعات بعض متعلقین کی زبانی ۸۱

اشعار ۹۱
خلفائے کرام ۹۵
ملفوظات ۹۸
حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مجلس ۱۰۹
درس بخاری شریف ۱۱۵
وحی سے ابتدا کرنے کی وجہ ۱۱۶
مشکوٰۃ المصابیح کی ابتدا ۱۱۶
سنن ابن ماجہ کی ابتدا ۱۱۶
موطأ امام مالک کی ابتدا ۱۱۷
سنن ترمذی وابی داؤد کی ابتدا ۱۱۷
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الوحی سے ابتدا ۱۱۸
سانحۂ ارتحال ۱۱۸
مبشراتِ منامیہ ۱۲۱
ایک طالبِ علم کا خواب ۱۲۱
حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ ۱۲۲
بنوری ٹاؤن کے ایک طالبِ علم کی خواب میں زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۲
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ۱۲۲
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کروانا ۱۲۲
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی اطلاع ملنا ۱۲۳
وفات کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ۱۲۳
شجرہ نقشبندیہ فضلیہ صدیقیہ ۱۲۳
شجرۂ قادریہ غفوریہ ۱۲۵
شجرۂ قادریہ غفوریہ محمودیہ ۱۲۷
سندِ حدیث ۱۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی صاحب حفظہ اللہ

(نائب امیرِ تحریکِ ختمِ نبوت، ملتان)

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى خصوصاً على سيّد المرسلين وخاتم الانبياء صلى الله عليه و على آله وأصحابه الأتقياء. أمّا بعد

فقیر کو حضرت مولانا محمد اسفندیار خان صاحب کے وصال کی اطلاع ملی۔ امت مسلمہ ایک اور اللہ والے سے محروم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو اپنے دربارِ عالیہ میں قبول فرمائیں۔ آمین۔

وصال سے کچھ عرصہ قبل، فقیر نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ یہ پہلی اور آخری ملاقات تھی۔ انتہائی خوشگوار ماحول میں ملاقات ہوئی اور اس ملاقات نے مجھ پر گہرے اثرات چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ نے سرحد کے علماء کو ویسے بھی علم میں پختگی عطا فرمائی ہے اور آپ کی تو مبارک نسبت باطنی خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فقیر کو ایک بابرکت ہدیہ بھی عطا فرمایا تھا جو فقیر نے سنبھال کر رکھا ہے۔ اللہ پاک حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص قرب عطا فرمائیں اور ہمیں بھی اخلاص کے ساتھ ترویجِ شریعت کے لیے قبول فرمائیں، آمین۔

دعا گو

فقیر محمد ناصر الدین عفی عنہ

تقدیم

از مولانا محمد ولی رازی صاحب دامت برکاتہم

شیخ العلوم والکمالات

میری مراد حضرت شیخ الحدیث والتفسیر شیخ الطریقت والارشاد حضرت مولانا اسفندیار خان رحمۃ اللہ علیہ کی باکمال ذات ہے۔ سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس عظیم شخصیت کا ذکر کہاں سے شروع کروں۔ میری سب سے پہلی ملاقات حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ۲۰۰۰ء میں اس وقت ہوئی، جب راقم کو صوبۂ سندھ میں وزارتِ مذہبی امور کی ذمے داری سونپی گئی۔ علمائے کرام سے رابطہ میرے منصبی فرائض میں شامل تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس دوارن مختلف میٹنگز میں رابطہ رہا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اجلاسوں میں تشریف لاتے تھے۔ اس وقت راقم کی رہائش گارڈن ایسٹ کراچی میں تھی۔

پھر ۲۰۰۲ء میں بلدیاتی انتخابات کے موقع پر اسمبلیاں تحلیل ہوگئیں اور اس طرح وزارت کی ذمے داری سے بھی سبکدوشی حاصل ہوئی۔ راقم اسی سال گلستانِ جوہر کی موجودہ رہائش گاہ میں منتقل ہوگیا اور اس طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے راقم کو روزانہ کم از کم چار مرتبہ نمازوں میں شرکت کی وجہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ الحمدللہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں مربیّانہ شفقت کا پہلو بہت نمایاں تھا۔ اسی لیے قلب میں حضرت کی محبت وعظمت کا اثر اپنا کام کرتا رہا۔ چند یادیں سپردِ قلم کررہا ہوں۔

۱۔ ایک مرتبہ راقم سے پوچھا کہ تمھاری عمر کیا ہے؟ راقم نے اپنی عمر ہجری سال کے حساب سے غالباً چھیاسی بتائی۔ پھر فرمایا ”تو پھر میں آپ سے بڑا ہوں“۔ راقم نے عرض کیا حضرت آپ تو اس ناچیز سے ہر حال میں بڑے ہیں۔ پھر شاید اپنی عمر بھی ارشاد فرمائی۔

۲۔ ایک مرتبہ سنجیدہ لہجے میں فرمایا ”مجھ سے ایک وعدہ کرو“ میں ہمہ تن گوش ہوکر جھکا۔ فرمایا کہ تم حشر کے میدان میں مجھے ساتھ لوگے (یا فرمایا ہاتھ پکڑو گے)۔ کیوں کہ تمھارے والد مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ تمھاری

شفاعت کر کے تم کو جنت میں لے جائیں گے (تم میرے بغیر جنت میں نہیں جاؤ گے) اس مضمون کا کوئی جملہ ارشاد فرمایا، جو اس وقت ذہن میں نہیں ہے۔ میں یہ سن کر دل ہی دل میں کانپ اٹھا۔ اب یاد نہیں کہ میں نے اگلا جملہ زبانی عرض کیا یا دل ہی دل میں سوچا کہ حضرت آپ تو شیخ المشائخ ہیں۔ مجھے آپ کی شفاعت کی ضرورت ہے۔ آپ میری شفاعت فرما دیجیے۔ لیکن یہ واقعہ ان کی انتہائی تواضع اور حقیقت میں ان کی بڑائی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۳۔ ایک مرتبہ جب میری ٹانگ کی ہڈی کا آپریشن کر کے اس کے گودے میں لوہے کی راڈ (ڈنڈی) ڈالی گئی اور میری ٹانگ پلاسٹر میں قید تھی تو باوجود یہ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ٹانگ میں تکلیف تھی۔ مسجد سے پیدل چل کر میرے غریب خانے پر تشریف لائے۔ میرا قیام اوپر پہلی منزل میں ہے۔ مجھے کسی نے بتایا حضرت تشریف لائے ہیں تو میں نے چیخ کر کہا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو زینہ چڑھنے کی تکلیف نہ دیں۔ مگر وہ اوپر تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ کر دعا کی اور رفع درجات کی دعائیں دیتے رہے اور عیادت کا حق سنت کے مطابق ادا کر کے تشریف لے گئے۔ سبحان اللہ۔ اس کے بعد سے نمازوں میں مجھے بھی کرسی کی ضرورت ہونے لگی اور یہ معذوری ایک دوسرے شرف کا ذریعہ بن گئی کہ اکثر میری کرسی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرسی کے برابر میں رکھی جانے لگی۔

ان کے علمی اور باطنی کمالات کی تفصیل تو علمائے کرام کا حصہ ہے۔ یہ ناچیز ناقص علم وعمل یہ جسارت نہیں کر سکتا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہری و باطنی کمالات کا تذکرہ کرے۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی سب سے بڑی اور مبارک یادگار جامعہ دارالخیر کو علوم ظاہری و باطنی کا مرکز بنا کر تاقیامت قائم رکھے۔ اس مدرسے کو، اس کے اساتذہ کو، اس کے طلبہ کو، اس کے معاونین کو اور ان کے صاحبزادگان کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے صدقہ جاریہ بنا دیں، آمین۔ ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

عرضِ مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي علم بالقلم علم الإنسان ما لم يعلم و الصلاۃ و السلام علی سید العرب و العجم و علی اٰله و صحبه مصابیح الظلم

اما بعد! حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری چار سال بندہ ان کے ساتھ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے سفر و حضر میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی سعادت عطا فرمائی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر اصلاح اور تربیت کی غرض سے اپنے حالاتِ زندگی سناتے۔ ان واقعات کو سن کر ہمت و حوصلے میں اضافہ ہوتا۔ بندے نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں ان واقعات کو جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ ارادہ تھا کہ ان کو کتابی شکل میں مرتب کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ البتہ اللہ رب العزت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ بندہ سمجھتا ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ شہرت اور نام و نمود سے بہت دور رہتے تھے، اس لیے ان کی حیات میں یہ کام پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدا سے قربانیوں اور مشقتوں بھری زندگی گزاری، جس عمر میں بچے لہو و لعب میں مشغول ہوتے ہیں، اس عمر میں حضرت صاحب نے کوہستان کے پہاڑوں میں تنِ تنہا، بھوک و پیاس کی صعوبتیں برداشت کر کے حصولِ علم کے لیے سفر فرمایا۔

حضرت صاحب نے ۱۹۵۰ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل فرمائی اور پیدل کراچی تشریف لائے۔ یہاں نہ سر چھپانے کی جگہ تھی نہ کوئی یار و مددگار۔ ایک مدرسے میں بغیر تنخواہ کے تدریس شروع کی، اسی دوران ایک ایسے محلے کی مسجد میں امامت ملی، جہاں گرد و پیش میں سارے بدعتی آباد تھے۔ پھر جمعیت علمائے اسلام کے قیام کی خاطر پورے سندھ کی گلیوں، کوچوں میں پھرے۔ اس کے بعد رافضیوں اور قادیانیوں سے ہر محاذ پر مقابلے کیے۔ طرح طرح کے دکھ اور تکالیف برداشت کیں۔ اپنے سگے بھائی، نوجوان بیٹے اور کئی ساتھیوں کی شہادتوں کے صدمے پر صبر کیا۔ آخری وقت تک تقریباً بیانوے سال کی عمر میں، زندگی بھر کی مشقت و تکالیف کے بعد بالآخر فرمایا کہ ”اب میں تھک گیا ہوں“ چنانچہ اللہ رب العزت نے ان کو ہمیشہ کے لیے راحت و آرام عطا فرما دیا۔

بندے نے آخری ایام میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ بندہ آپ کے حالاتِ زندگی مرتب کر رہا ہے اور خواہش ہے کہ اس کتاب کا نام "داستانِ درددل" رکھوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ واقعی میری زندگی میں درد ہی درد ہیں۔ چنانچہ بندے نے اس کتاب کا یہی نام تجویز کیا۔ یہ کتاب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل سوانح حیات تو نہیں ہے، البتہ اس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بہت سے گوشوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بہت سے حالات و واقعات ایسے بھی ہیں، فی الوقت جن کو سپردِ تحریر کرنا کچھ مصلحتوں کی بنا پر مناسب نہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو آئندہ ان کو بھی تحریر میں لایا جائے گا۔

اہل اللہ کی زندگیوں میں کئی اسباق موجود ہوتے ہیں۔ ہر کوئی اپنے اپنے فہم کے مطابق ان سے استفادہ کرتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحب نسبت، شیخ و مربی، مفسر، محدث کئی جماعتوں اور تحریکوں کے سرپرست و رہنما تھے، لہٰذا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح سے ہر طبقے کے افراد بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔

آخر میں قارئین سے التماس ہے کہ اس کتاب کو ادبی اصولوں پر پرکھنے کے بجائے اس سے استفادے کی نیت رکھیں۔ امید ہے کہ یہ ادنیٰ سی کوشش علماء، طلبہ، سالکین راہِ طریقت اور خاص طور پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین کے حق میں انتہائی مفید ثابت ہوگی۔ اللہ رب العزت اس کوشش کو اپنے دربار میں قبول فرمائیں اور اس کا نفع عام و تام فرمائیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائیں۔ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام نصیب فرمائیں۔ اخلاص کے ساتھ ان کے لگائے ہوئے باغوں کی حفاظت و آبیاری کے لیے قبول فرمائیں اور جن لوگوں نے اس کتاب کی ترتیب و تبویب، کتابت و تکمیل میں جس طرح سے بھی تعاون فرمایا ہے، ان کو دونوں جہانوں کی خوشیاں نصیب فرمائیں اور ان کی مساعیِ جمیلہ کو اپنے دربار میں قبول فرمائیں، خاص طور پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان اور متعلقین پر اپنا خاص فضل فرمائیں، جنھوں نے بندے کی مسلسل حوصلہ افزائی اور رہنمائی فرمائی، آمین۔

بندہ عدنان احمد عفی عنہ

داستان درد دل

نام ونسب

محمد اسفندیار خان بن عبد الجمیل بن مولانا شمس الدین بن مولانا عبد اللہ (حج بابا رحمۃ اللہ علیہ)۔ والد کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر ملتا ہے، جبکہ والدہ کی طرف سے اخوند بابا رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔

تاریخ وجائے پیدائش

شناختی کارڈ کے اعتبار سے 1934ء میں شانگلہ پار کے ایک گاؤں "پیر خانہ" میں ہوئی۔ اس اعتبار سے ۸۴ سال عمر بنتی ہے۔ البتہ اُس دور میں چونکہ تاریخ پیدائش کو مرتب کرنے کا نظام موجود نہ تھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بندے سے ارشاد فرمایا تھا کہ میں سن ۱۹۵۰ء میں کراچی آیا۔ اُس وقت درسی کتابیں مکمل کر چکا تھا، لہذا اس اعتبار سے اگر حضرت کی عمرِ مبارک دورۂ حدیث کے وقت تقریباً ۱۹ سال ہو تو ۹۰ سال عمر بنتی ہے۔ اس لیے حتمی طور پر تاریخِ پیدائش متعیّن نہیں کی جا سکتی، واللہ اعلم بالصواب۔

تاریخِ وفات ولواحقین

۱۸ اکتوبر ۲۰۱۹ء سنیچر کی شب تقریباً ساڑھے گیارہ بجے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ، چھ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔

"پیر خانہ" کی وجہ تسمیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علاقے کو پیر خانہ کہا جاتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: "ہمارے بڑے، نیک بزرگ لوگ تھے اس لیے اس جگہ کا نام ہی پیر خانہ پڑ گیا۔ یہ علاقہ آس پاس کے دیہاتوں کا مرکزی مقام ہے۔ ریاست سوات میں پیر خانہ فصلِ خصومات کے لیے مرجعِ خلائق تھا۔

حلیۂ مبارک

اللہ رب العزت نے آپ کو باطنی کمالات کے ساتھ ساتھ ظاہری جمال بھی عطا فرمایا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حسین بھی تھے اور جمیل بھی، جو بھی آپ کو دیکھتا، بار بار دیکھنے کی تمنا کرتا۔ آپ کی رنگت سفید سرخی مائل، پیشانی مبارک کشادہ، بھویں صاف اور واضح، آنکھیں نہایت خوبصورت اور نورانی، جن میں سرخ ڈوریاں تھیں۔ ناک کھڑی، ہونٹ گلابی، دندان مبارک سفید موتیوں کی طرح، ریش مبارک سفید، لمبائی میں، میانہ قد، مضبوط جسم، کشادہ کندھے اور ہتھیلیاں، چال مبارک باوقار۔ آواز پرکشش اور بلند، ایسی کہ دور بیٹھنے والے بھی اچھی طرح الفاظ سمجھ سکتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وجود پر مسلسل انوار کی بارش رہتی۔ اکثر تہجد کے وقت بندہ حضرت کو دیکھتا، یوں معلوم ہوتا جیسے ابھی ابھی آسمان سے کوئی فرشتہ آیا ہے۔ آپ کا جمال ایسا تھا کہ ہر کوئی آپ پر فدا تھا اور جلال ایسا تھا کہ بڑے سے بڑا رعب و دبدبے والا بھی آپ کے سامنے لب نہ ہلا سکتا تھا۔ آپ سفید رنگ کا لباس اور سفید عمامہ استعمال فرماتے۔ عمامہ اتنی خوبصورتی سے باندھتے کہ دیکھنے والوں کو یوں لگتا جیسے سر پہ تاج سجا ہو۔ داہنے ہاتھ میں ہمیشہ چاندی کی انگوٹھی استعمال فرماتے۔ اکثر اوقات سر پر سفید رومال رکھتے اور مختلف رنگوں کے جبے بھی زیب تن فرماتے۔ کبھی کبھار ہاتھ میں عصا بھی ہوتا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی کمالات سے نوازا تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات سے قارئین اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اخلاق و عادات، کردار و گفتار، ریاضات و عبادات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع فرماتے تھے۔ اس کی تھوڑی سی جھلک ذیل میں درج ہے:

عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے، جب کبھی اللہ کا نام زبان پر آتا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک تذکرہ فرماتے تو عالمِ استغراق میں چلے جاتے، یوں محسوس ہوتا جیسے پوری دنیا کو بھول

چکے ہیں۔ اکثر حضور ﷺ کے تذکرے کے دوران چشمِ مبارک سے آنسو جاری ہو جاتے۔ فرماتے کہ تمام کمالات و کامیابیاں، حضور ﷺ کے دامن مبارک سے وابستہ ہونے میں ہیں۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص ہوا پہ اڑتا ہوا ہزاروں مریدوں کے ساتھ آئے تو میں اس سے متاثر نہیں ہوں گا۔ لیکن جس سے میرے محبوب ﷺ کی خوشبو آئے، میں اس پر فدا ہوں۔ اسی عشقِ رسول ﷺ کی برکت تھی کہ جب جامعہ کی مسجد تعمیر ہوئی تو قبلے کی جانب ایک پتھر پر لفظ "محمد" بالکل واضح طور پر منقّش تھا، جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دیکھا تو اس کے سامنے ہی مسجد میں بائیں جانب نماز ادا کرنا شروع فرما دی اور جب بھی وہاں نماز کے لیے تشریف لاتے، اس نام مبارک کی زیارت فرماتے رہتے اور اکثر آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، جس دل میں حضور ﷺ ہوں گے، اس دل پر حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نظرِ محبت اور رحمت ہوگی۔

اتباعِ رسول ﷺ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک ایک سنت کا اہتمام فرماتے۔ اکثر ارشاد فرماتے کہ کوئی سنت چھوٹی نہیں ہوتی۔ ایک سنت پر عمل کرنا، انسان کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیتا ہے۔ مسواک بظاہر ایک لکڑی ہے، مگر چونکہ اس کی نسبت حضور ﷺ سے جڑ گئی ہے، لہذا اس کا مقام و مرتبہ بلند ہو گیا ہے۔ جو مسواک کی پابندی کرتا ہے، موت کے وقت اس کی زبان پر کلمہ ہوتا ہے۔ تو مسواک بظاہر معمولی سنت لگتی ہے، لیکن ایمان پر خاتمے کا ذریعہ ہے۔

دینی حمیت

جمال کے ساتھ ساتھ جلال بھی ہو تو شریعت کے تقاضوں پر مکمل عمل ہوتا ہے۔ اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے بغض، کمالِ ایمان کی علامت ہے جب بھی جس نے بھی حضور ﷺ کی ناموس پر یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ناموس پر وار کرنا چاہا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تن، من، دھن سے اس کا مقابلہ کیا۔ اگر کوئی مدارس یا طلبہ کے خلاف بات کرتا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک بالکل سرخ ہو جاتا، شدید جلال میں آجاتے اور اس کو خوب ملامت فرماتے۔ حکومتی کارندہ ہو یا کوئی بڑا مالدار ہو، کسی کی پرواہ نہ فرماتے۔

ایک مرتبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بڑے فوجی افسر نے بلایا۔ دیگر اکابر علماء بھی وہاں موجود تھے۔ اس افسر نے دینی مدارس اور علماء کے خلاف بولنا شروع کیا اور ان کی توہین کی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلے خاموش رہے کہ شاید کوئی کچھ بولے گا، بالآخر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے خاموش نہ رہا گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دینی غیرت نے اس موقع پر جوش مارا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی جلال میں کہا: ''ہمارے بڑوں نے انگریزوں کا مقابلہ کیا، اپنی جانوں کی پرواہ نہ کی۔ تم اس انگریز کی ناجائز اولاد ہو۔ تمھیں کیا لگتا ہے، ہم تم سے ڈریں گے ؟ ہم اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے یہ سب کچھ اللہ پر فدا ہے۔ یہ سنتے ہی اس افسر کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ اس کی زبان بند ہوگئی اور میٹنگ ختم ہوگئی۔

تحفظِ ختمِ نبوت، تحفظِ ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم، ترویجِ شریعت اور تحفظِ مدارس دینیہ کے حوالے سے کوئی بھی فرد یا تحریک ہوتی تو اس کی بھرپور حمایت فرماتے۔ ہر جگہ اور ہر میدان میں پیش پیش رہتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حق گو تھے، ہمیشہ حق کا ساتھ دیتے اور حق بیان کرنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ فرماتے۔

اخلاص وللّٰہیت

اعمال کی مقبولیت میں بنیاد اخلاص ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اعمال کو چھپانے کا خوب اہتمام فرماتے تھے، یہاں تک کہ تہجد کے وقت تنہا خاموشی سے خانقاہ تشریف لاتے اور وہیں وضو فرماتے۔ اس وقت خانقاہ کا دروازہ بند رہتا۔ تنہائی میں ذکر و دعا میں مشغول رہتے۔ اخلاص کا یہ عالم تھا کہ کئی مرتبہ بندے نے دیکھا کہ حضرت صاحب کچھ سفید پوش مستحقین کو چھپا کر مصافحے کے وقت رقم عطا فرماتے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں نہ ہوتا کہ بندہ چھپ کر دیکھ رہا ہے۔ کئی مدارس و مساجد کو بے دینوں، اہلِ بدعت، رافضیوں وغیرہ سے چھڑانے میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بنیادی کردار ادا فرمایا۔ حتیٰ کہ بعض بڑے نامور ادارے بھی آپ کی قربانیوں کی برکت سے آج آباد ہیں۔ لیکن کبھی بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان اداروں یا ان مساجد کی نسبت اپنی جانب نہیں فرمائی۔

ایک ادارے کے متعلق بندے نے پوچھا کہ آپ نے کیوں اس کے کاغذات کسی اور کے حوالے کر دیے، جبکہ آپ کو اس کا مکمل قبضہ مل چکا تھا۔ اس پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کو جواب

دینا ہے۔ میں نے سوچا کہ تاریخ میں یہ بات اچھی نہ ہوگی کہ نام و شہرت کے لیے ایک ادارے پر قبضہ کیا گیا۔ خشیت ربانی کا اتنا غلبہ تھا کہ حضرت اکثر فرماتے کہ میں مدرسے کی بجلی استعمال کرتا ہوں نہ جانے آخرت میں میرا کیا بنے گا۔

دیانت داری

(الف) جامعہ کے ایک ناظم نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک ہزار روپے کا نوٹ دیا اور فرمایا کہ جاکر میرے لیے دوا لے آئیں، میں دوا لینے گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فون آیا، مجھ سے پوچھا کہ آپ نے دوا خریدی تو نہیں؟ میں نے عرض کی کہ نہیں ابھی تک نہیں خریدی۔ فرمایا واپس میرے پاس آئیے۔ "میں واپس گیا تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے وہ نوٹ لے لیا اور دوسرا ہزار کا نوٹ دے دیا، دونوں نوٹ بالکل ایک ہی جیسے تھے"۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ وہ نوٹ کسی نے مدرسے کے لیے دیا تھا۔ میں نے غلطی سے آپ کو دے دیا۔ یہ دوسرا نوٹ میری ذاتی ملکیت ہے، میں مدرسے کے پیسے اپنی ذات کے لیے نہیں استعمال کرتا۔

(ب) ایک مرتبہ بندے کو ایک صاحب نے کچھ رقم مختلف لفافوں میں دی اور کہا کہ یہ اساتذہ میں تقسیم کرنی ہے۔ بندے نے وہ لفافے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیے تاکہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو تقسیم فرمادیں۔ اتفاقاً حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیسے تقسیم فرمانا بھول گیے۔ بندے کے دل میں شیطانی وسوسہ آیا۔

کچھ ماہ بعد اچانک حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہی لفافے لیکر دفتر تشریف لائے۔ بندے کو بلوایا، فرمایا کہ مولانا! میں نے یہ لفافے تقسیم کرنے کے لیے رکھے تھے، لیکن میں جگہ بھول گیا تھا۔ آج بڑی تلاش کے بعد مجھے یہ ملے ہیں۔ سچ بتاؤ! تم یہی سوچ رہے تھے ناکہ مولوی پیسے کھا گیا۔ بندہ بڑا شرمندہ ہوا عرض کی کہ حضرت! آپ کے متعلق بندہ ہرگز ایسا گمان نہیں رکھتا اور حقیقت بھی یہی تھی۔ شیطانی وسوسہ آیا مگر اللہ رب العزت نے فضل فرمادیا تھا، اس کے بعد وہ رقم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اساتذہ میں تقسیم فرمادی۔

شان استغنا

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ پاک نے کمال کا شانِ استغنا عطا فرمایا تھا۔

(الف) ایک مرتبہ حضرت مفتی عثمان یار خان شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دفتر میں الماریوں کی صفائی کے دوران مولانا عمران صاحب زید مجدہ کو ایک فائل ملی، جس میں کے۔ڈی۔اے نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک بڑی زمین مسجد اور مدرسے کے لیے الاٹ کی تھی۔ وہ فائل جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دکھائی گئی تو حضرت نے فرمایا کہ واللہ! مجھے تو یاد بھی نہیں ہے کہ یہ جگہ مجھے کب دی گئی تھی بعد میں پتا چلا کہ وہ جگہ بدعتیوں کے پاس ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے کہ مولانا! اگر میں لالچی ہوتا یا میرے دل میں خدا کا خوف نہ ہوتا تو آج پورا گلستان جوہر میرا ہوتا۔

(ب) ضیاء الحق صاحب نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ہزار ایکڑ زمین کورنگی میں دی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اس کا کیا کروں گا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ساتھی نے حضرت سے کہا کہ اگر آپ کو نہیں چاہیے تو مجھے یہ فائل دے دیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے وہ کاغذات دے دیے۔ وہ چلا گیا اور دوبارہ کبھی نہ آیا۔

(ج) ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت کو مدرسہ کے لیے کچھ رقم دی۔ حضرت نے وہ رقم قبول فرمائی، اس کے بعد وہ مدرسہ کے امور میں مشورے دینے لگے تو حضرت نے وہ رقم واپس کر دی اور فرمایا کہ "مدرسہ آپ کے تعاون کے بغیر بھی الحمد للہ چل رہا ہے"۔

توکل و تفویض

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی توکّل و تفویض کی عکّاس تھی۔ بچپن میں بے ساز و سامانی کے عالم میں طلب علم کے لیے گھر کو چھوڑنا اور چھوٹی عمر میں تنہا کوہستان کے خطرناک پہاڑوں کا سفر کرنا۔ اشاعتِ دین کی خاطر پیدل کراچی تشریف لانا۔ بغیر تنخواہ کے تدریس کرنا، دینی تحریکات میں تن تنہا میدانوں، صحراؤں، گاؤں اور دیہاتوں کا رخ کرنا۔ بڑے بڑے دشمنان اسلام کے سامنے حق بیان کرنا۔ بغیر ظاہری اسباب کے مدرسے کی بنیاد رکھنا۔ زندگی کے آخری ایام تک اللہ کی طرف متوجہ رہنا۔ یہ سب کام یقیناً وہی انسان سرانجام دے سکتا ہے جس کے دل میں اللہ کے علاوہ نہ کسی کا خوف ہو، نہ کسی سے امید ہو، جس کا دل اس دنیا کی محبت سے پاک ہو اور جس کی منزل آخرت ہو۔ کئی مرتبہ دیکھا گیا کہ مدرسے میں تعمیرات وغیرہ کے لیے رقم موجود نہ ہوتی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ "اللہ کا

کام ہے، اللہ خیر کرے گا"۔اس توکل کا نتیجہ تھا کہ وہ کام چند دنوں میں مکمل ہو جاتا۔

سخاوت

جو لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں حاضر ہوتے رہے، وہ جانتے ہیں کہ مہمانوں کے اکرام میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی قسم کی کوئی کمی نہ آنے دیتے۔ جب کبھی دعوت میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قریب بیٹھنے کی سعادت ملی تو یہی دیکھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود بہت تھوڑا تناول فرماتے، لیکن دوسروں کو پلیٹ بھر کر بار بار کھلاتے۔ حتیٰ کہ سامنے والا خود کہنے پر مجبور ہو جاتا کہ حضرت! بس، اب سانس لینے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ مجھے اوروں کو کھلانے میں سکون ملتا ہے اور یہ بھی فرماتے جب مہمان اچھی طرح کھاتا ہے تو میرا پیٹ خود بخود بھر جاتا ہے۔ گھر میں بھی، گھر والوں کی پلیٹوں میں خود کھانا ڈالتے اور جب تک سب بچے جمع نہ جاتے پریشان رہتے۔ ہر ایک کو خود فون کر کے بلاتے۔

علماء وطلبہ کی حوصلہ افزائی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ علماء وطلبہ کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے۔ کسی کی تحریر نظر سے گذرتی یا قراءت، تقریر یا نعت سنتے تو بہت خوش ہوتے۔ اس طالبِ علم کی بھرے مجمع میں تعریف فرماتے۔ طالبِ علم کے اندر ایک حوصلہ پیدا ہو جاتا۔ اگلی مرتبہ وہ اور بھی محنت و لگن سے ذمے داری ادا کرتا۔

کسی طالبِ علم کو اگر عمامہ پہنے ہوئے دیکھتے یا اچھے طریقے سے نماز وغیرہ ادا کرتے ہوئے دیکھتے تو اکثر اس کو انعام عطا فرماتے۔ ایک طالبِ علم نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رئیس دارالافتا مفتی توفیق شاہ صاحب حفظہ اللہ مشکوٰۃ شریف کا درس دے رہے تھے۔ حضرت وہاں سے گذرے تو اس ہی وقت مفتی صاحب نے اس حدیث کی فضیلت بیان فرمائی:

اللّٰهم اغفر لأمة محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰهم ارحم أمة محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰهم تجاوز عن أمة محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہیں رک گئے۔ مفتی صاحب حفظہ اللہ سے اس دعا کے متعلق دریافت فرمانے لگے۔ مفتی صاحب حفظہ اللہ نے فرمایا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فضیلت نقل فرمائی ہے اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے۔ وہیں کھڑے کھڑے مفتی صاحب سے دوبارہ الفاظ سن کر یاد کیے اور مفتی صاحب کو سنائے۔ آخر میں

فرمایا کسی عالمِ دین کے پاس گذرنے کا بھی کتنا بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ کیسے کیسے جواہرات انسان کے ہاتھ لگ جاتے ہیں۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عاجزی تھی۔ اس طرح کے کئی واقعات روز مرہ زندگی میں پیش آتے تھے جس سے اہلِ علم حضرات کی حوصلہ افزائی ظاہر ہوتی ہے۔

ایک طالبِ علم کا بیان

جامعہ کے ایک استاد نے فرمایا کہ ایک طالبِ علم نے مجھے بتایا کہ میں رات کو تہجد کے وقت مسجد میں تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور جتنے طلبہ وہاں تھے ان سب کو جیب سے پیسے نکال کر تقسیم فرمانا شروع کر دیے۔ کسی کو ۵۰۰، کسی کو ۱۰۰۰، انتہائی خوشی اور مسرت کے ساتھ رقم تقسیم فرما رہے تھے۔ وہ استاد اس طالبِ علم سے فرمانے لگے کہ ”بیٹا تم نے ایک مرتبہ یہ منظر دیکھا، میں بیس سالوں سے یہاں مدرس ہوں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس سخاوت کا مشاہدہ میں بیس سالوں سے کر رہا ہوں۔“ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ مدرسے کے اساتذہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے حضرت سے کچھ رقم قرضے کے طور پر لیتے اور کہتے کہ ہر ماہ کی تنخواہ سے کچھ رقم کاٹ لیجیے گا تو حضرت اساتذہ کو قرضہ دے دیتے۔ ایک دو ماہ تنخواہ سے رقم کاٹتے پھر بلا کر فرماتے کہ قرضہ ادا ہو گیا یعنی رقم کاٹنا چھوڑ دیتے۔

صبر و تحمل

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ صبر و استقامت کے پہاڑ تھے۔ پوری زندگی مجاہدات و قربانیوں میں گزاری، لیکن کبھی بھی زبان مبارک پر حرفِ شکایت نہ آنے دیا:

(الف) حضرت کے صاحبزادے بھائی اجمل صاحب حفظہ اللہ نے بتایا کہ مفتی عثمان یار خان صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے تھے۔ سارے نظام کو وہی دیکھتے تھے۔ ان کی وجہ سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت مطمئن رہتے۔ جس دن ان کو شہید کیا گیا، میں ہسپتال پہنچا، جب ان کی لاش کو دیکھا تو میری چیخیں نکل گئیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہلے سے موجود تھے۔ مجھے دیکھا اور فرمایا کہ چیخنا، چلانا شریعت میں جائز نہیں ہے صبر کرو۔ پھر رات کو دیکھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ میں تشریف فرما ہیں۔ دونوں گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑ کر فرما رہے ہیں کہ یا اللہ! میں صبر کروں گا یا اللہ! میں صبر کروں گا۔ ”جوان بیٹے کی اچانک شہادت پر

ایسے صبر وہمت کا مظاہرہ کرنا، بڑے جگر گردے کی بات ہے"۔

(ب)ایک مرتبہ بندہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دفتر میں ناشتہ کر رہا تھا اچانک مولانا عمران صاحب حفظہ اللہ روتے ہوئے آئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ (حضرت کے پوتے عبدالماجد کو اچانک بیماری کی وجہ سے ہسپتال لے جایا گیا تھا۔ حضرت کے علم میں یہ بات تھی)۔ جب مولانا عمران صاحب کچھ نہ بول سکے تو حضرت نے خود ہی فرمایا کہ کیا عبدالماجد کا انتقال ہو گیا ہے؟ اس پر مولانا نے اثبات میں سر ہلایا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اناللہ وانا الیہ راجعون پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناشتہ چھوڑ کر اٹھے۔ بندے سے فرمایا کہ چلو! عبدالماجد کا انتقال ہو گیا ہے، ہسپتال چلتے ہیں۔ بندہ حیران تھا کہ اچانک نوجوان پوتے کی وفات کی خبر ملی، مگر صبر و تحمل کا یہ عالم ہے کہ اتنے عظیم صدمے کو بھی خاموشی سے برداشت کر گئے۔ اگر حضرت صاحب کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس عمر میں اس طرح کے حادثے پر خود بستر سے جا لگتا۔

مجاہدہ واستقامت

عبادات و مجاہدات میں استقامت سب سے بڑی کرامت ہے۔ سفر و حضر میں تقریبًا تمام اہلِ تعلق جانتے ہیں کہ کبھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت، تہجد، وظیفہ یا کوئی معمول قضا نہ ہوا۔ حتیٰ کہ سخت بیماری کے ایام میں بھی اپنے معمولات کا ناغہ نہ فرماتے۔ قرآن مجید کی تلاوت، دلائل الخیرات کی قراءت، حزب البحر کا وظیفہ، کلمہ طیبہ کا ورد، درود شریف اور استغفار روزانہ کے معمولات میں شامل تھا۔ نیز تحیۃ الوضو اور اشراق کا بھی زندگی کے آخری ایام تک اہتمام رہا۔ جامعہ کے استاد مولانا فقیر محمد صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ کئی سالوں پہلے میں ناظم آباد کے ایک مدرسے میں گیا۔ وہاں ایک استاد نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں ہوتے ہو؟ میں نے بتایا کہ جامعہ دارالخیر میں خدمت کرتا ہوں۔

استاد فرمانے لگے کہ میں نے مولانا نورالہدیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ ہم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہندوستان کے سفر میں تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سخت بخار تھا، طبیعت بہت ناساز تھی۔ اس کے باوجود بلاناغہ رات کو تہجد کے لیے مصلے پر کھڑے ہو جاتے۔ وہ اللہ کے بہت بڑے ولی ہیں۔ ان کی خوب خدمت کرنا، ان کا دل نہ دکھانا کہیں بددعا نہ لگ جائے۔

پوری زندگی تدریس فرمائی، قرآن پاک کا درس دیا، مجالسِ ذکر کروائیں۔ آخر میں جب آنکھوں کی تکلیف زیادہ ہو گئی تو درسِ قرآن موقوف فرما دیا، لیکن بخاری شریف کا درس اور مجالس وغیرہ، ہارٹ اٹیک تک جاری رہیں۔ حضرت فرماتے تھے کہ، میں نے زندگی میں کبھی چھٹی نہیں کی۔ ابھی میں کام میں ہوں، آرام بعد میں ہو گا۔

شفقت و محبت

بندے کے خسر، جناب اطہر صاحب نے ایک مرتبہ بندے سے فرمایا کہ "مجھے لگتا ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے سب سے زیادہ محبت فرماتے تھے"۔ ایک اور ساتھی نے بھی یہی جملہ ارشاد فرمایا۔ نیز بندے نے غور کیا تو پتا چلا کہ ہر ایک، چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، قریب ہو یا دور، عالم ہو یا غیر عالم، یہی سمجھتا ہے کہ حضرت اس سے سب سے زیادہ محبت فرماتے تھے۔ پھر بندے کو اپنے استاد محترم کی ایک بات یاد آئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صفات میں سب سے مشکل اس صفت کو اپنانا ہے کہ بندہ اس طرز سے زندگی گزارے کہ ہر کوئی یہی سمجھے کہ مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہے۔

جو حقیقی اللہ والے ہیں ان میں یہ صفت موجود ہوتی ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس انداز سے محبت و شفقت کے ساتھ ہر ایک سے پیش آتے کہ سب جاننے والے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر فدا تھے اور خود کو سب سے زیادہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا محبوب سمجھتے تھے۔

حیا اور پاکدامنی

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ہی اپنے چہرے پر رومال رکھتے تاکہ لوگ آپ کے چہرے کو نہ دیکھ سکیں۔ آپ کی نگاہ ہمیشہ نیچی رہتی۔ اگر کوئی خاتون کبھی اچانک سامنے آجاتی تو رومال سے اپنی آنکھوں کو ڈھانپ لیتے۔ اپنے خطبوں اور بیانات میں کبھی کوئی غیر اخلاقی گفتگو نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ مجلس ذکر میں حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ آیا، لیکن چونکہ دور خواتین بھی بیٹھی سن رہی تھیں، لہذا حضرت نے زلیخا کا نام نہ لیا۔

عاجزی و انکساری

عاجزی انسان کو اللہ کی بارگاہ میں قرب عطا کرتی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب بھی کوئی عالم دین یا بزرگ تشریف لاتے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان سے انتہائی محبت و شفقت، عاجزی و انکساری سے پیش آتے۔ کبھی اپنی

نشست پر بٹھاتے اور مرتبے کو کسی پر ظاہر نہ فرماتے، بلکہ آنے والے کو ہی مقام و عزت دیتے۔

(الف) حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد مفتی عماد صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں کہ ”مجھے شوق تھا کہ حضرت سے حزب البحر کی اجازت لوں۔ چنانچہ ایک رات موقع پا کر میں حضرت کے پاس گیا۔ حضرت تنہائی میں دعا میں مشغول تھے۔ میں پیچھے خاموشی سے جا کر بیٹھ گیا۔ جب غور کیا تو پتا چلا کہ حضرت دعا میں فریاد کر رہے ہیں کہ یا اللہ! تو راضی ہو جا، یا اللہ! تو راضی ہو جا۔ اس جملے کو بار بار دہرا رہے ہیں اور رو رہے ہیں، جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میرے دل میں آیا کہ اللہ کے حضور اتنے بڑے بزرگ تو رو رہے ہیں اور میں حزب البحر کی اجازت لینے آیا ہوں کہ بزرگی مل جائے۔ چنانچہ میں واپس چلا گیا“۔

(ب) بندے نے قطر میں دیکھا کہ ایک غریب شخص حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور معمولی سی رقم حضرت کو ہدیۃً پیش کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس رقم کو بڑی محبت سے چوم کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ پھر بار بار اس کا تذکرہ فرماتے رہے جیسے کوئی بہت بڑا ہدیہ ملا ہو۔

(ج) جامعہ کے ایک استاد مفتی حمد اللہ صاحب نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے ساتھ خانقاہ لے آئے، مجھ سے فرمایا کہ آپ عرصہ دراز سے مجالس میں آتے ہیں۔ اگر کوئی بات خلاف شرع ہو یا کہیں کوئی غلطی ہوتی ہو تو آپ مجھے ضرور بتائیں“۔ میں نے عرض کی کہ ایک بات ہے جو ان شاء اللہ! بعد میں عرض کروں گا۔ پھر دوبارہ حضرت نے مجھے بلایا۔ میں نے اس کی نشاندہی کی تو حضرت بڑے خوش ہوئے اور مجھے بہت دعائیں دیں۔

(د) ایک مرتبہ حضرت نے ایک طالبِ علم کو مدرسے کے امور میں دخل اندازی کرنے کی وجہ سے بہت ڈانٹا۔ بعد میں مولانا عمران صاحب حفظہ اللہ نے حضرت سے عرض کی کہ آپ کو غلط اطلاع دی گئی، اس کی کوئی غلطی نہیں تھی۔ حضرت کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو طالبِ علم کو بلوایا اور اس سے فرمایا کہ ”مجھے معاف کرنا مجھ سے غلطی ہو گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں اور متعلقین کے بارے میں فرماتے کہ ”یہ میرے ساتھی ہیں“۔ شاگرد یا مرید کا لفظ استعمال نہ فرماتے۔

شوقِ مطالعہ

ایک مرتبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دارالعلوم سید و شریف میں طلبہ کے پاس کتابیں نہیں ہوتیں تھیں۔ایک کتاب ہوتی اور پڑھنے والے کئی ہوتے۔طلبہ، جماعت کی صورت میں بیٹھ جاتے۔ایک جماعت جب کتاب پڑھ لیتی تو دوسری جماعت آتی اور پڑھتی۔ مطالعے کا اتنا شوق تھا کہ پوری پوری رات لالٹین کی روشنی میں مطالعہ کرتے۔جب فجر کے لیے وضو کرتے تو ناک سے لالٹین کی راکھ نکلتی۔

آخری وقت تک ضعفِ نظر کے باوجود، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ مطالعہ کم نہ ہوا۔ رات کو تہجد ادا فرما کر مطالعہ میں مصروف ہوجاتے۔ ہر قسم کی کتابیں دیکھتے اور فرماتے کہ یہ ایک الگ دنیا ہے۔کتاب سے بہترین دوست اور ساتھی کوئی نہیں ہے۔ایک مرتبہ کسی موقع پر بندے سے ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے درسی کتابیں پڑھیں، پھر تفاسیر و احادیث کی شروحات کا مطالعہ کیا۔اس کے بعد تصوف کی جتنی کتابیں مل سکیں ان کا مطالعہ کیا اور اب تک تاریخ و سیرت وغیرہ کی کتب کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔

ایک بات کو تلاش کرنے کے لیے کئی کئی کتابوں کا گھنٹوں بلکہ کئی دنوں مطالعہ فرماتے اور کہتے کہ مجھے اصل شوق صرف مطالعہ کرنے کا ہے۔ مطالعہ میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ جب مطالعہ شروع فرماتے تو گرد و پیش سے بالکل بے خبر ہوجاتے۔اگر کوئی کسی کام سے آتا تو جب تک سلام وغیرہ نہ کرتا حضرت کو اس کے آنے کی خبر نہ ہوتی۔ دس دس، پندرہ پندرہ منٹ لوگ حضرت کے سامنے کھڑے رہتے۔

ایک مرتبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عموماً اس عمر میں لوگ تنہا ہوجاتے ہیں۔لیکن مجھے تو رات میں بھی تنہائی نہیں ملتی۔ یہ کتابیں میری بہترین دوست ہیں۔

اندازِ تربیت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ تربیت بھی بڑا پر تاثیر تھا۔ جو بھی کچھ عرصہ ان کی خدمت میں محبت و اخلاص سے رہا، اس کی زندگی میں ایک انقلاب آیا، دنیا کی محبت نکل گئی اور اللہ کی محبت سے دل معمور ہوگیا۔اگر کسی میں کوئی گناہ یا غلطی دیکھتے تو عام مجمع میں ایک عام انداز سے بات ارشاد فرمادیتے، جس سے سننے والا خود ہی سمجھ جاتا کہ میں ان کا مخاطب ہوں۔

آیاتِ مبارکہ، حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ، واقعات، اشعار اور مثالوں کے ذریعے ہر آنے والے کی تربیت فرماتے۔ چونکہ طلبہ مستقل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ نگرانی ہوتے، لہذا ان پر کبھی خوب سختی بھی فرماتے، لیکن جس پر جتنی سختی ہوتی بعد میں اس پر اس سے بھی زیادہ شفقت فرماتے۔ نماز کے معاملے میں یا اسباق کے معاملے میں کسی قسم کی رعایت نہ فرماتے۔ بڑے بڑے لوگوں کو نماز میں کوتاہی کرنے پر تنبیہ فرماتے اور کہتے کہ ”اصل چیز نماز ہے، جس کی نماز نہیں وہ اللہ کا حق ادا نہیں کرتا اور جو اللہ کا حق ادا نہیں کرتا وہ مخلوق کا کیا حق ادا کرے گا“۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی کو انفرادی طور پر کسی معاملے پر متنبہ کرنا پڑتا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کو تنہائی میں بلاتے اور تنبیہ فرماتے۔ اس درِ دل اور غم کے ساتھ بات سمجھاتے کہ حضرت کے چہرہ مبارک کے آثار اور اندازِ گفتگو سے یوں معلوم ہوتا جیسے ماں اپنے بچے کو آگ میں گرنے سے روک رہی ہو۔

وفاداری

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

وفاداری بشرط استواری اصلِ ایماں ہے
مرے بت خانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

یعنی ہندو اگر بت کی پوجا کرتا رہا اور مر گیا تو اس کی وفاداری، استقامت پر اس کو کعبے میں دفناؤ۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود بھی بہت باوفا تھے اور باوفا لوگوں کو پسند فرماتے تھے۔

(الف) سوادِ اعظم کے دور میں جب علماء نے گرفتاری پیش کرنی چاہی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کے حق میں نہیں تھے۔ لیکن چونکہ مفتی احمد الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی گرفتاری پیش کرنے کے لیے تیار تھے اور حضرت کی ان سے بڑی گہری دوستی تھی، لہذا صرف ان سے وفاداری کی وجہ سے چار ماہ جیل میں رہے۔

(ب) جامعہ کے کوئی مدرس وغیرہ اگر کوئی غلطی کرتے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے خفا ہو جاتے، لیکن کسی کا اخراج نہ فرماتے نہ خود ان سے کچھ کہتے بلکہ کسی کے ذریعے سے فرما دیتے کہ ”ان سے بات کرلیں، میرا ان سے پرانا تعلق ہے، اس کا لحاظ کرتا ہوں“۔ یہی وجہ ہے کہ جامعہ کے اساتذہ میں کوئی ۲۵ سال

سے اور کوئی تیس سال سے تدریسی خدمات انجام دے رہا ہے۔

(ج) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وفاداری کی عظیم الشان مثال قائم فرمائی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کسی سے بھی اصلاحی تعلق قائم نہ فرمایا، فرماتے کہ ”میرا ایک ہی شیخ تھا“۔ آخری وقت تک جب کبھی اپنے شیخ کا تذکرہ فرماتے تو آواز بھاری ہو جاتی، چہرہ مبارک کھل اٹھتا۔ بڑے ادب و احترام کے ساتھ اپنے شیخ کا نام لیتے۔ انتقال سے قبل وصیت فرمائی کہ ”میرے کفن پر میرے شیخ کا جبہ مبارک رکھ دینا“۔ اپنے شیخ سے وفاداری و محبت ایسی تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی ان کا جبہ سینے سے لگا کر گئے۔

مدرسے کی فکر

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت مدرسے اور طلبہ کے لیے فکر مند رہتے۔ سفر میں ہوں یا حضر میں، پوری توجہ مدرسے کے امور پر مرکوز ہوتی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ میں اگر چاہوں تو باہر ممالک میں آرام سے بیٹھ سکتا ہوں، وہاں سے فون پر مدرسے کے احوال بھی سن سکتا ہوں، لیکن میں نے گلشن اقبال کا گھر چھوڑا اور مدرسے میں رہائش اختیار کی کیونکہ یہ میری ذمے داری ہے، میں نے اللہ کو جواب دینا ہے۔ فجر سے پہلے مؤذن صاحب کی فکر رہتی کہ آئیں گے یا نہیں۔ پھر امام کی فکر رہتی۔ پھر مدرسین و طلبہ کے لیے فکر مند رہتے۔ ہر وقت اسی دھیان میں رہتے۔ کوئی بھی طالبِ علم کسی چیز کے متعلق شکایت کرتا تو فوراً اس کی شکایت کو دور کرنے کی کوشش فرماتے۔

(الف) ایک مرتبہ جامعہ میں ٹھنڈے پانی کی مشین خراب ہوگئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ ظہر کے بعد اپنے گھر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا عمران صاحب زید مجدہ کو حضرت کا فون آیا، فرمایا کہ ”مجھے نیند نہیں آرہی جلدی سے نئی مشین لاکر لگاؤ۔ طلبہ کو پانی کی ضرورت ہوگی۔ بیچارے پریشان ہوں گے“۔ اس طرح کے کئی واقعات ہیں، جن سے مدرسے کی فکر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”میری دلی تمنا ہے کہ اللہ پاک اس ادارے کے فیض کو تاقیامت جاری رکھے، یہاں سے علم و عمل، شریعت و طریقت کے چشمے پھوٹیں۔ اچھے علماء، قُرا اور اہل اللہ تیار ہوں۔ ”فرماتے تھے کہ میں جہاں بھی ہوتا ہوں، میرا مدرسہ میرے سامنے ہوتا ہے“۔

ڈاکٹروں نے جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وینٹی لیٹر سے ہٹایا تو ان کے مطابق کچھ دن بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مکمل ہوش آنا تھا۔ مگر پہلی بار ہٹانے کے بعد حیران کن طور پر جلدی ہوش آگیا حضرت نے اپنی بڑی بیٹی سے فرمایا کہ "مولانا عمران صاحب کو فون کرو۔ ان سے کہو کہ جلدی سے مجھ سے ملیں"۔ مولانا عمران صاحب جب تشریف لائے تو مدرسے اور طلبہ کے متعلق دریافت فرمایا۔

وقت کی پابندی

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ وقت کی پابندی کا خوب اہتمام فرماتے۔ کسی بھی اجلاس یا دعوت میں میزبان کے دیے ہوئے وقت پر تشریف لے جاتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ شادی وغیرہ کی دعوت میں میزبان نے عشا کے بعد کا وقت دیا ہوتا، حضرت اپنے وقت پر وہاں تشریف لے جاتے، حالانکہ میزبان خود بھی وہاں نہ پہنچا ہوتا۔

اگر کہیں کراچی سے باہر کہیں جانا ہوتا تو ائیرپورٹ کے لیے جب روانہ ہوتے تو فلائٹ سے تقریبا ۵ گھنٹے پہلے تیار ہوجاتے۔ بندے کو یاد نہیں کہ کبھی ایسا ہوا ہو کہ حضرت کو کوئی وقت دیا گیا ہو اور حضرت نے اس جگہ پہنچنے میں تاخیر فرمائی ہو۔ اگر کبھی تاخیر ہوتی تو ساتھیوں کی وجہ سے ہوتی۔ اس پر بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خفا ہوتے۔

نورِ فراست

حدیث مبارک ہے کہ "اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله" مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ قرآن و حدیث، اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، تقویٰ وطہارت کی برکت سے انسان کے قلب میں ایک خاص قسم کی نورانیت آجاتی ہے۔ وہ اپنی بصیرت سے ان چیزوں کا ادراک کرلیتا ہے، جن کا عام انسان اپنی بصارت سے ادراک نہیں کرسکتے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ پاک نے نورِ فراست بھی عطا فرمایا تھا۔ بندے نے خود کئی مرتبہ کئی جگہ اس کا مشاہدہ کیا۔

(الف) ایک طالبِ علم نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ناساز تھی، مجھ سے دعا کے لیے فرمایا۔ بعد میں ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ "دعا کی تھی؟" میں دعا کرنا بھول گیا تھا، لیکن پھر بھی میں نے کہا کہ "جی کی

تھی۔" اس پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً مجھے ٹوکا اور فرمایا کہ "بس! آگے نہ بولنا، اگر دنیا کے آخری کونے میں بیٹھا کوئی شخص مجھ سے محبت کرتا ہے یا دعا کرتا ہے تو مجھے پتا چل جاتا ہے"۔

(ب) حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے، بھائی اجمل یار خان زید مجدہ نے فرمایا کہ "میرا ایک دوست آیا اور مجھ سے کہا کہ مجھے کسی نے رزق کی فراوانی کے لیے ایک تعویذ دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق پوچھوں۔ چنانچہ میں اسے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گیا۔ ہم جیسے ہی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے، حضرت نے فرمایا کہ لوگ رزق کی فراوانی کے لیے جیبوں میں تعویذ لیے پھرتے ہیں۔ اللہ کے نام کو دنیا کمانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ "میرے دوست نے جب یہ سنا تو خاموش رہا۔ مجلس کے بعد کہنے لگا کہ "ان کو کیسے علم ہوا کہ میں تعویذ کے بارے میں پوچھنے کے لیے آیا ہوں؟"

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین میں سے اگر کوئی کسی روحانی مرض میں مبتلا ہوتا یا کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو رہی ہوتی تو دورانِ گفتگو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی نشاندہی فرما دیتے۔ چہرے مبارک پر مسکراہٹ اس بات کی گواہی دیتی کہ ان کو اس بات کا علم ہو چکا ہے۔ اکثر طالبِ علموں کو مصافحے کے دوران دیکھتے ہی فرماتے کہ "تم مسواک استعمال نہیں کرتے، مسواک کیا کرو" پھر فرماتے کہ "مجھے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کون مسواک کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔" معمولات اگر اچھے چل رہے ہوتے تو بڑی محبت سے مصافحہ فرماتے۔ اگر گڑبڑ ہوتی تو مصافحہ اور ملاقات کا انداز بدل جاتا۔ بندے سے تنہائی میں فرماتے کہ "میں ہر آنے جانے والے کو خوب پہچانتا ہوں، مگر کسی کو مجلس سے دور کرنا اچھا نہیں لگتا۔" کبھی ارشاد فرماتے کہ "وہ کیسا چرواہا ہو گا، جو اپنے ریوڑ سے بے خبر ہو"۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہمیشہ رات کو بیدار ہوتے۔ خانقاہ تشریف لاتے، وضو فرماتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے۔ آٹھ رکعات تہجد ادا فرماتے جس میں سورہ یاسین شریف مکمل تلاوت فرماتے اور دیگر سورتوں کی تلاوت بھی فرماتے۔ اس کے بعد دیر تک دعا میں مشغول رہتے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

ایک خادم مولوی امیر اللہ نے بتایا کہ ”میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو رات کے وقت دعا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں حیران ہوتا کہ اتنی لمبی دعا کیسے مانگتے ہیں آپ کے ہاتھ کیوں نہیں تھکتے؟“ اس کے بعد فجر کی اذان تک مطالعہ فرماتے۔ پھر فجر کی اذان سے تھوڑا قبل مسجد میں تشریف لاتے۔ صف اول میں بائیں جانب تشریف فرما ہوتے اور سنتیں ادا فرماتے، اس کے بعد تلاوت کلام اللہ یا ذکر میں مشغول رہتے۔ فجر کی نماز کے بعد تسبیحات مکمل فرماتے اور اشراق تک عموماً مراقبہ فرماتے۔ چار رکعات اشراق کی نماز ادا فرماتے پھر خانقاہ تشریف لے جاتے۔ تھوڑا سا آرام فرماتے پھر دوبارہ اٹھ کر وضو فرماتے اور تحیۃ الوضو اور چاشت ادا فرماتے۔ اس کے بعد مدرسے تشریف لاتے اور اخبار کا مطالعہ کرتے۔ پھر ناشتہ تناول فرماتے اور سبق کی تیاری فرماتے۔ اس دوران مدرسے اور طلبہ کے معاملات بھی دیکھتے۔ پھر پونے گیارہ بجے بخاری شریف کا درس دیتے۔ ساڑھے گیارہ بجے واپس دفتر اہتمام میں تشریف لاتے۔ کبھی کوئی مہمان ہوتا تو اس کی خاطر تھوڑی دیر یہیں تشریف فرما رہتے۔ اس کے بعد خانقاہ تشریف لے جاتے اور وہیں دلائل الخیرات یا کسی اور کتاب کا مطالعہ فرماتے۔

ظہر سے قبل گھر تشریف لے جاتے اور ظہر کی اذان کے ساتھ واپس مسجد تشریف لے آتے۔ ظہر کے بعد لوگوں سے ملتے پھر گھر جاتے اور گھر والوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ پھر آرام فرماتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ اس وقت بھی گھریلو معاملات یا مدرسے کے معاملات میں غور و فکر کرتے رہتے۔ عصر کی اذان کے فوراً بعد مسجد تشریف لے جاتے، چار رکعات ادا فرماتے۔ پھر عصر کے بعد تھوڑی دیر مسجد میں تشریف فرما رہتے اور غور و فکر فرماتے رہتے۔ اس کے بعد خانقاہ تشریف لاتے اور مہمانوں کے ساتھ چائے نوش فرماتے۔ اس دوران علماء، طلبہ اور متعلقین عموماً حاضرِ خدمت رہتے۔ اس موقع پر اصلاحی و تربیتی نشست منعقد ہو جاتی۔ مغرب کی اذان سے قبل باہر صحن میں تھوڑی دیر متعلقین کے ساتھ بیٹھتے، پھر مغرب کی نماز کے بعد اوابین ادا کر کے سورہ یاسین شریف پڑھتے اور دعا کرتے۔

طلبہ سے مصافحہ فرما کر خانقاہ تشریف لاتے اور متعلقین حاضر خدمت ہوتے رہتے۔ کبھی اس دوران حضرت مطالعہ فرماتے۔ عشا کی نماز کے بعد مسجد میں آکر چار رکعات ادا فرماتے۔ جماعت کے بعد سنتیں، نوافل اور وتر پڑھتے پھر درس قرآن ہوتا۔ (آخر میں آنکھوں کے آپریشن کی وجہ سے یہ سلسلہ موقوف فرما دیا تھا) پھر

خانقاہ میں تھوڑی دیر کے لیے کچھ متعلقین آتے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سے خوش طبعی کی باتیں کرتے، ان کی دل جوئی فرماتے اور انھیں نصیحت فرماتے۔ عموماً سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات بیان فرماتے۔ پھر تمام متعلقین رخصت ہوجاتے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وظیفے میں مصروف ہوجاتے (حزب البحر کی قراءت فرماتے)۔

پورے دن محنت کے بعد رات کو پھر گھر تشریف لاتے اور سب بچوں کو بلاکر خیر خیریت دریافت فرماتے، تھوڑا سا کھانا تناول کرتے اور پھر اپنے حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے۔ رات کو تقریباً بارہ سے ایک کے درمیان آرام فرمانے کے لیے لیٹ جاتے۔ اس دوران بھی ہاتھ میں تسبیح ہوتی اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے یا درود شریف پڑھتے ہوئے نیند آجاتی۔ سویرے دوبارہ بیدار ہوجاتے اور پھر وہی معمول رہتا۔ یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روز مرہ کا معمول تھا۔ سفر وغیرہ میں اس میں حسب ضرورت تبدیلی آجاتی۔ اگر کہیں کوئی دعوت دیتا تو میزبان کی دلجوئی کے لیے دعوت میں شرکت فرماتے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واقعی پوری زندگی مجاہدے میں گزاری۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

حرمین شریفین کے معمولات

حرمین شریفین پہنچ کر آپ کے معمولات و عبادات میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا تھا۔ آپ کو اللہ رب العزت نے عظیم الشان روحانی و جسمانی قوت عطاء فرمائی تھی۔ رات تین بجے حرم تشریف لاتے اور عبادت میں مصروف رہتے۔ اشراق کے بعد اپنی قیام گاہ آتے، تھوڑی دیر آرام کرتے پھر دوبارہ گیارہ بجے حرم تشریف لے جاتے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عمرے کا سفر عموماً رمضان المبارک میں ہوتا۔ گیارہ بجے سے لے کر تراویح کے بعد تک حرم میں ذکر و عبادت میں مشغول رہتے۔ متعلقین وغیرہ بھی خدمت میں حاضری دیتے رہتے تھے۔ افطاری بھی حرم میں ہی فرماتے تھے۔ کھجور اور آب زم زم سے افطار فرماتے پھر تراویح کے بعد کمرے میں تشریف لاتے تھے۔ مختصر عشائیہ ہوتا پھر قیام اللیل کے لیے دوبارہ حرم تشریف لے جاتے۔ جن ساتھیوں نے آپ کے ہمراہ عمرے کی سعادت حاصل کی وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عمرہ کرنا یا سفر میں ساتھ رہنا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ پیرانہ سالی کے باوجود اس قدر مجاہدہ فرماتے کہ مضبوط سے

مضبوط نوجوان کی بھی ہمت جواب دے جاتی۔

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فنافی الشیخ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اکثروبیشتر اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات بیان فرماتے۔ ان میں سے چند واقعات بندہ اپنی یادداشت سے نقل کررہا ہے:

فرمایا میری عمر تقریباً ۱۳ سال تھی اور میں کافیہ پڑھتا تھا۔ ایک روز شام کے وقت مدرسے آیا تو مدرسے کو خالی پایا۔ ایک طالبِ علم سے استفسار پر معلوم ہوا کہ تمام اساتذہ کرام کسی پیر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے ہیں اور وہاں کھانے کا بھی اہتمام ہے، چونکہ طالبِ علمی کا دور تھا، جانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ وہاں پہنچنے پر دیکھا کہ لوگوں کا ایک مجمع ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کالے رنگ کا عمامہ پہنا ہوا تھا۔ لوگ چادر پکڑتے جاتے تھے اور بیعت ہوتے جاتے تھے میرے ایک استاد مولانا عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دہلی سے تشریف لائے تھے، وہ بھی وہاں موجود تھے۔ مجھ پر نظر پڑی تو فرمایا کہ ”ان سے بیعت ہوجاؤ“ مجھے کچھ معلوم نہ تھا، لیکن ان کا حکم ہوا تو ہاتھ بڑھا کر بیعت ہوگیا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک میں میرا ہاتھ لے لیا اور بیعت فرمایا، پھر دعا فرمائی۔ دعا کے فوراً بعد میں کھڑا ہوا۔ استاد محترم نے پوچھا یہ کیا ہوا، کہاں جارہے ہو؟ عرض کی کہ میرے سبق کا وقت ہے پڑھائی کا نقصان ہوگا، حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور جانے کی اجازت دی۔ میں مسجد سے نکل آیا، لیکن میرے دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ مدرسہ واپس آیا اور رات بھر عجیب کیفیت رہی۔ بے چینی اور اضطراب کے عالم میں صبح کا انتظار کرتا رہا کہ دوبارہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہو۔

مزید فرمایا کہ میں کم عمر تھا، پوری رات دعا کرتا رہا کہ اللہ مجھے ان جیسا بنادے، یہ میری نادانی اور بے ادبی تھی۔ صبح فجر کی نماز میں پھر حاضر ہوا۔ حضرت کی زیارت کے لیے پورا سوات حاضر تھا۔ اس دور میں حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عجیب مراقبہ کرایا کرتے تھے۔ ایک ہی مراقبے میں اللہ سے ملادیتے۔ حضرت نے مراقبہ فرمایا اور اس مراقبے پر مجلس کا اختتام ہوا۔

والئ سوات کو جب اتنے بڑے مجمع کی اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ ”حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے واپس

تشریف لے جائیں اور آئندہ یہاں نہ آئیں۔ نیز نہ کوئی شخص ان کا نام لے اور نہ کسی کو ان کے بارے میں کوئی اطلاع دے''۔ (والئ سوات چاہتا تھا کہ ہر کوئی اس کے ماتحت رہے اور حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود بہت مستغنی تھے، لہذا اس کی دعوت کو قبول نہ فرمایا)۔ بس پھر دورۂ حدیث تک بندہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ایام گزارے ایک لمحے کے لیے بھی اپنے شیخ کو نہیں بھولا۔ ان دنوں یہ اشعار بہت پڑھا کرتا تھا

دلم بردی و دلداری نہ کردی — غمم دادی و غم خواری نہ کردی
دلم بردی و دلداری نہ کردی — نشان خود مقام نہ گفتی

فرمایا دورۂ حدیث کے بعد میں کراچی آیا مدرسہ ''مظہر العلوم'' (کھڈا مارکیٹ) میں مدرس مقرر ہوا۔ اعزازی طور پر کتابوں کی تدریس شروع کی۔ ایک روز مطالعہ کر رہا تھا، ایک مولوی صاحب آئے اور بڑے عجیب انداز سے کہنے لگے کہ ''ایک پیر آیا ہے، خود کو علماء کا پیر بتاتا ہے''۔ میں نے اس مولوی صاحب سے حلیہ معلوم کیا۔ حلیہ جاننے کے بعد محسوس ہوا کہ ''یہ تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ مبارکہ ہے''۔ اس سے حضرت کی قیام گاہ کا پتا معلوم کیا اور فوراً اس طرف دوڑا۔ مقام پر پہنچ کر جس جگہ حضرت آرام فرما تھے، جلدی میں اس جگہ کا دروازہ کھولا اور اپنے جذبات پر قابو نہ پاسکا۔ کمرے میں دیکھا تو واقعی حضرت رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما تھے۔ میرے اس طرح شور مچانے پر حضرت بیدار ہوگئے۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ پہلے بھی مل چکے ہیں نا؟ بندے کو الحمدللہ دو روز حضرت کی خدمت میں حاضری کا شرف ملا۔ اس کے بعد حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے، بندہ پھر پریشان ہوگیا۔ مگر اس مرتبہ الحمدللہ حضرت کے میزبان سے حضرت کی خانقاہ شریف کا پتا حاصل کر لیا تھا۔

کچھ دن بے چینی اور بے قراری میں گزارنے کے بعد حضرت کی خدمت میں دعوت نامہ بھیجا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت کو قبول فرمالیا۔ مزید یہ کہ تشریف آوری کا وقت بھی بتادیا۔ میں بڑا خوش بھی ہوا اور پریشان بھی، کیونکہ میرے پاس قیام وطعام کا کوئی بندوبست ہی نہ تھا۔ خود ایک چھوٹے سے کمرے میں رہتا تھا، جس میں آثارِ حیات بھی نہ تھے۔ بہرحال وہ دن آگیا، جس دن حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے تھے۔ اسٹیشن پہنچا تو وہاں ایک بہت بڑا مجمع موجود تھا۔ میں وہاں کسی کو نہیں جانتا تھا اور نہ کوئی مجھے جانتا تھا،

لہذا ایک کنارے پر کھڑا ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹرین آگئی اور حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرتے ہی مجمع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارد گرد جمع ہوگیا اور میں دور ہی کھڑا زیارت کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''مجھے دعوت دینے والا کہاں ہے؟'' لوگ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ اچانک حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ مجھ پر پڑی، مجھے قریب بلایا اور معانقہ فرمایا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''میں انہی کے ساتھ رہوں گا''۔

اس زمانے میں معزز مہمانوں کے اکرام کے لیے گھوڑا گاڑی کی سواری کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بھی گھوڑا گاڑی لائی گئی۔ میں حضرت کے ساتھ اس پر سوار ہوا۔ حضرت نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ آپ نے نہ جانے خط میں کیا ہیرے جواہرات بھرے تھے، میں آپ کی دعوت کو ٹھکرا نہ سکا۔ اپنی غربت اور مفلسی کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا، میری چیخیں نکل گئیں، اور پہلی مرتبہ اپنی کمزوری اور غربت پر مجھے بہت رونا آیا۔ مقام پر پہنچ کر حضرت نے میرا کمرہ دیکھا جو بڑی شکستہ حالت میں تھا۔ حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ ''یہ ماشاللہ! بہت بڑی جگہ ہے، میں آئندہ جب بھی آوں گا یہیں قیام کروں گا''۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا پن تھا، حضرت کی دعا کی برکت سے اللہ پاک نے اسے بہت بڑی جگہ بنا دیا کئی مشائخ وقت اور علمائے کرام، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے یہاں تشریف لاتے رہے۔

اس سفر میں حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک روز فرمایا کہ ''میں آپ کو اجازت وخلافت دیتا ہوں''۔ میں نے عرض کی کہ ''حضرت میں تو اپنی اصلاح کے لیے پریشان ہوں، میں کہاں اس قابل ہوں۔'' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''جب بڑے کوئی چیز دیں تو قبول نہ کرنا بے ادبی ہے۔ اپنی مرضی سے کوئی چیز نہیں دیتے، مشورے سے دیتے ہیں''۔

فرمایا میری زبان میں شروع میں بہت زیادہ لکنت تھی۔ بیان نہیں کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا! عصر کے بعد بیان کریں، میں بہت گھبرایا، لیکن ''الأمر فوق الأدب'' ممبر پر بیٹھا، حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ میری لکنت ختم ہوگئی ابھی بھی میری زبان میں کچھ لکنت باقی ہے۔

فرمایا میری شادی کے بعد حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی میں ناظم آباد میں ایک ساتھی (حاجی سلیمان صاحب) کے گھر قیام فرماتے۔ جب بھی حضرت کی کراچی تشریف آوری ہوتی تو میں روانہ بلاناغہ، فجر سے قبل نکلتا اور پیدل بکڑا پیڑی سے ناظم آباد تک جاتا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے کے باہر انتظار کرتا۔ فجر کی اذان پر حضرت سے ملاقات ہوتی۔ ایک مرتبہ سخت بیمار تھا۔ گھر والوں نے منع کیا کہ سردی زیادہ ہے نہ جائیں۔ لیکن محبت کا جنون تھا۔ ''اگر دل میں اٹک نہ ہو تو دنیا میں کہیں اٹک نہیں ہے'' اور میں اکثر کہتا ہوں۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

فجر کے بعد مجھے درس قرآن کا حکم تھا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے میں بہت گھبراتا، لیکن حضرت کی توجہ تھی زبان کھل جاتی تھی۔

فرمایا حضرت کے سامنے بیان کرنے کا میں نے یہ طرز اختیار کیا کہ میں نے ایک مرتبہ بیان سے قبل یہ عرض کی کہ محدثین کے نزدیک اجازت حدیث کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ شیخ سنائیں، شاگرد سنیں، دوسرا یہ کہ شاگرد سنائے اور شیخ سنے۔ دوسرا طریقہ زیادہ پسندیدہ ہے، کیونکہ اگر شیخ غلطی کرے گا تو شاگرد ٹوک نہیں سکتا، جبکہ شاگرد کو شیخ ٹوک سکتا ہے۔ غلطی کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ لہذا میں ایک ادنیٰ شاگرد کی حیثیت سے سناتا ہوں تاکہ میری اصلاح ہو جائے۔

فرمایا حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت متقی تھے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں بہت احتیاط فرماتے تھے۔ ان کے ایک خلیفہ تھے ''غلام رسول صاحب'' (کشمیر والے)۔ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کچھ کھانا بنا کے لائے۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ اس میں جو گھی استعمال ہوا ہے، وہ کہاں سے لائے ہیں۔ وہ تحقیق کرنے کے لیے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ تشریف لائے اور عرض کی کہ ''حضرت تسلی بخش ہے'' حضرت نے فرمایا کہ ''ہم تسلی بخش نہیں کھاتے''۔

فرمایا ایک مرتبہ جلسے کے بعد دسترخوان لگایا گیا، کئی علماء و اکابر موجود تھے۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خاص پکا ہوا کھانا تناول فرمانا شروع کیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ بڑے بڑے علماء تو یہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کھاتے؟ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علماء کی مثال سمندر جیسی ہے، اس میں اگر گندگی گر

جائے تو گندا نہیں ہوتا، جب کہ میں تو ایک چھوٹا سا حوض ہوں ذرا سی گندگی سے گندا ہو جاؤں گا۔

فرمایا حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے متعلق فرماتے تھے کہ "یہ میرا دلال ہے" کیونکہ میں علماء اور طلبہ کو بکثرت حضرت سے بیعت کرنے کے لیے تیار کرتا تھا۔

فرمایا ایک مرتبہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ اس وقت مجھے پان کھانے کی عادت ہوگئی تھی۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے پان سے بڑی نفرت ہے۔ اسی دن سے میں نے پان کھانا چھوڑ دیا۔

فرمایا مدرسہ بنانے پر حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے ذرا خفا تھے۔ میں نے معذرت کی اور عرض کی کہ حضرت کبھی کسی سے پیسے نہیں مانگوں گا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دست مبارک آگے بڑھایا، میں نے آپ کے دست مبارک کو تھاما تو فرمایا کہ "وعدہ!" میں نے کہا کہ ہاں وعدہ۔ اس پر حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ راضی ہوئے اور آخر میں مدرسے کے لیے دعا فرمائی۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ علماء سے فرمایا کہ "آپ لوگوں نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ میری کوئی غلطی مجھے نہ بتائی۔ اگلے روز مفتی فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت آپ نماز میں قیام کے دوران دونوں پیروں میں فاصلہ زیادہ رکھتے ہیں۔ اس میں تھوڑا خیال رکھیں۔ اس پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور ان کو بہت دعائیں دیں۔

فرمایا حافظ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ بکرا پیڑی میں رمضان میں قیام فرماتے تھے۔ پہلی مرتبہ جب تشریف لائے تو میرے ہاں قیام فرمایا۔ میں نے ان سے درس قرآن بھی دلوایا۔ بعد میں کچھ لوگوں نے ان سے بیعت کی درخواست کی، انھوں نے قبول فرمالیا۔ پھر جب واپس خانیوال حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور حالات بتلائے، تو حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور خوب ڈانٹا کہ "آپ نے ان کی جگہ کسی کو بیعت کیوں فرمایا؟ کیا میں نے آپ کو بیعت لینے کے لیے بھیجا تھا؟ آئندہ ایسا نہ کیجیے گا"۔ اس کے بعد جب بھی تشریف لاتے تو لوگوں کو مجھ سے بیعت کرواتے۔

فرمایا میں نے خود دیکھا کہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حافظ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت میں خوب سختی کا معاملہ فرماتے تھے۔ واللہ اگر مجھ پر اتنی سختی فرماتے تو میں تو شاید بھاگ ہی جاتا۔

فرمایا حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس بڑی بابرکت ہوتی تھی۔ بڑے بڑے علمائے کرام تشریف لاتے تھے۔ میں حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ معتقد اس وقت ہوا، جب دیکھا کہ مار تونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ جو قطب الاقطاب تھے، فجر کے مراقبے میں پیدل، حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مراقبے میں شرکت کے لیے تشریف لاتے۔

فرمایا حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ جب فرماتے کہ شیخ الحدیث صاحب! "توکئی لوگ اپنے سر اٹھاتے"۔

فرمایا حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پوری رات بیدار رہتے۔ لوگ جوق در جوق، حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے لیے آتے رہتے، حضرت کی مجھ پر شفقت تھی۔ میرے لیے چارپائی لگاتے اور فرماتے ' "شیخ الحدیث صاحب! آپ آرام فرمائیے" میں سوجاتا اور حضرت بیدار رہتے۔

فرمایا حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چائے نہیں پیتے تھے اور حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج تھا کہ لنگر کبھی نہ کھلاتے، فرماتے تھے کہ میرے پاس اس کی گنجائش نہیں ہے اپنا کھانا اور بستر سب خود لائیں، لیکن میرے لیے حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر اپنے گھر سے چائے پکا کر لاتے اور دونوں ہاتھوں سے دور کر کے پکڑتے، جیسے کوئی بہت گندی چیز کو پکڑا ہوا ہے۔ میرے سامنے رکھتے اور فرماتے لو پی لو چائے۔

فرمایا ایک دفعہ پشاور میں جلسہ تھا، حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تھے، بڑے بڑے اکابر علماء بھی موجود تھے میں اس وقت جوان تھا، ظہر کے بعد حضرت نے اعلان کیا کہ "عصر کے بعد شیخ الحدیث صاحب کا بیان ہوگا"۔ سب حیران تھے کہ "کون ہوگا؟"، عصر کے بعد اچانک مجھے حکم دیا کہ بیان کرو، میں ہکا بکا رہ گیا۔ اس وقت سے میری مولویت چل پڑی (اس وقت شیخ الحدیث نہ تھا)۔

فرمایا میں نے بہت تاریخی کتب اور شخصیات کا مطالعہ کیا، لیکن حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بہت کم لوگوں کو پایا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ واقعتاً قطب تھے۔

فرمایا اگر مجھے دو لوگ نہ ملتے تو میں کبھی انسان نہ بنتا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ دوسرے اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ۔ لوگ والدہ کے ذریعے تربیت پاتے ہیں، میرے والد نے میری تربیت فرمائی۔

فرمایا خانیوال کی مسجد کا مینار زیرِ تعمیر تھا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرہ مُبارکہ میں تھے۔ ایک مزدور کام کررہا تھا کہ اچانک اوپر سے ایک بڑا پتھر گرا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً مزدور کو باہر آکے آواز دی، مزدور نے جیسے ہی دیکھا پتھر اس کے سامنے آکر گرا اور اس کی جان بچ گئی۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "کیا میرا یہی کام رہ گیا ہے؟"۔

فرمایا حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا کے گھر رات آرام فرما رہے تھے۔ حضرت کا چچازاد بھائی بھی وہاں موجود تھا۔ چچا نے اُسے بلایا اور فرمایا کہ "ابھی ایک شخص آیا اور میرے گلے میں ایک تختی ڈال دی، کلمہ پڑھا اور انتقال ہوگیا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراقب تھے۔ مراقبے سے سر اٹھاکر فرمایا کہ "میں نے اس کی روح کو چوتھے آسمان پر جاتے دیکھا"۔

فرمایا حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا ادب فرماتے تھے، کیونکہ انھوں نے حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلوک طے کیا تھا۔ اس لیے جب بھی "بکرا پیڑی" حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آتے، تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دوزانو تشریف فرما ہوتے تھے۔

فرمایا ایک مرتبہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سوات میں قمبر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے گھر تشریف فرما تھے، حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں موجود تھے۔ جب حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھر سے باہر نکلنے لگے تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جوتے اٹھانے کی کوشش کی۔ قمبر بابا رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوگئے اور فرمایا کہ "یہ میرا حق ہے، آپ مجھ سے یہ حق نہ چھینیں"۔

فرمایا میں مشائخ کے پاس اور خانقاہوں میں زیادہ نہیں گیا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے بعد کسی جانب نگاہ اٹھاکر نہیں دیکھا، میں بھی یک گیر ہوں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تین دن کے لیے دارالعلوم حقانیہ تشریف لے جاتے۔ لوگ جوق در جوق حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوتے۔ تین دن بعد روانگی کے وقت مدرسے کی بجلی وغیرہ کے استعمال کرنے کی وجہ سے مدرسے میں رقم جمع کرواتے۔ ایک مرتبہ دورہ فرمایا، واپسی پر مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کو خط بھیجا کہ "میں نے یہاں تین دن قیام کیا لیکن میرے پاس پیسے نہیں تھے۔ جیسے ہی پیسے آئیں گے جمع کروادوں گا"۔

فرمایا حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مدینہ پاک میں روضہ مبارکہ کے قریب مراقب تھے۔ حضرت کے ایک خلیفہ بھی ساتھ تھے۔ مراقبے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تشریف لائیں اور عرض کی کہ یارسول اللہ! کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریشی کا مرید آیا ہے، اسے الوداع کرنے جارہا ہوں۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جو خلیفہ تھے، ان کے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی اور آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہوگئے۔

فرمایا مردان میں جمعیت کا ایک بڑا جلسہ منعقد کیا گیا تھا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی مردان میں تشریف فرما تھے۔ میں بھی جلسے میں شرکت کے لیے حاضر ہوا تھا۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کی اطلاع ملتے ہی میں نے حضرت کی خدمت میں حاضری دی۔ ان دِنوں میں تحریکوں میں بہت سرگرم تھا۔ مجھے خوف تھا کہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاید مجھ سے ناراض ہوں گے۔ میں خاموشی سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت آرام فرمارہے تھے، میں نے جیسے ہی حضرت کے قدموں پر ہاتھ رکھا، فوراً حضرت نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا "شیخ الحدیث صاحب! آپ تشریف لائے ہیں؟" پھر فرمایا کہ "آپ بہت کمزور ہوچکے ہیں" ان دنوں میں بڑی محنت کر رہا تھا، اس وجہ سے جسم لاغر ہوچکا تھا۔ میں نے عرض کی کہ "جی حضرت، میں ظاہراً اور باطناً، دونوں طرح بہت کمزور ہوچکا ہوں"۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "نہیں نہیں! آپ تو باطنی اعتبار سے بڑے قوی ہیں۔ آپ نے بڑے بڑے شیطانوں کو لگام ڈالی ہے"۔ یہ سنتے ہی میری ہمت بڑھی اور حوصلہ افزائی ہوئی۔ یہ صرف حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذرّہ نوازی تھی۔

فرمایا صدر کے قریب حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد میں گیا۔ ایک پیر بھائی سے ملاقات ہوئی، مجھے دیکھ کے زاروقطار رونے لگا۔ کہنے لگا کہ "میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مجھ پر بڑا احسان ہے، اس گندے چمڑے (دل) میں "اللہ" کا نام رکھ دیا"۔

فرمایا میں احمد پور شرقیہ میں حاضر تھا، حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ ایک چھوٹی مسجد میں لے گئے۔ عجیب واقعات بیان فرمائے۔ فرمایا کہ "ایک مرتبہ مراقبے میں تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ "ہاتھ آگے کرو میں تمھیں بیعت کرتا ہوں۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دل میں سوچنے لگے کہ میں تو پہلے

سے حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو چکا ہوں"، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاتھ بڑھاؤ تاکہ میں تمھیں بیعت کروں"، آخر مجبوراً میں نے عرض کی کہ "یارسول اللہ! میں تو حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو چکا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا: "یہ ہاتھ قریشی ہی کا ہاتھ ہے"۔

فرمایا حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بڑے حالات آئے۔ ایسے ایسے مشکل حالات پیش آئے کہ جن کا علم صرف مجھے ہے، لیکن حضرت بڑے بردبار تھے، کبھی مجلس میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس نہ ہونے دی۔

فرمایا میرا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا انسان اس پوری صدی میں پیدا نہیں ہوا۔

فرمایا ایک مرتبہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پنڈی تشریف لائے۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک جلسے سے خطاب فرما رہے تھے۔ کسی نے ان کو حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع دی۔ انھوں نے فرمایا: "پیروں سے میری جوتی افضل ہے"۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو موجود افراد سے فرمایا کہ "چلو جا کے مولانا کی زیارت کرتے ہیں"، لوگوں نے منع کیا، لیکن حضرت اٹھ کر تشریف لے گئے، جب مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے حضرت کو دیکھتے ہی بہت معذرت کی اور فرمایا کہ "میں تو سمجھا تھا کہ آپ کوئی بدعتی پیر ہیں۔ مجھے آپ کے متعلق ہرگز علم نہیں تھا۔ اللہ کے لیے مجھے معاف فرمائیے"۔ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "نہیں نہیں مولانا! میں اپنی اصلاح کے لیے آیا ہوں، اگر کوئی غلطی کوتاہی ہے تو آپ اصلاح فرمائیے"، اس پر مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے مزید معذرت کی۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگانی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی

فرمایا میرا سلسلہ والد صاحب کی طرف سے سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور والدہ کی طرف سے حضرت اخوند بابا رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ اخوند بابا رحمۃ اللہ علیہ بڑے مجاہد تھے۔ جس وقت سندھ سے ہندوؤں کو نکالا اور مالاکنڈ کی طرف بھیجا گیا، تو سوات سے لے کر "شانگلہ پار" تک پہاڑوں میں ہندو آباد تھے۔ اخوند بابا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے خلاف جہاد کیا اور کئی ہندو مسلمان ہو گئے اب یہ علاقہ اخوند بابا رحمۃ اللہ علیہ کا علاقہ کہلاتا ہے۔ اور وہاں کے رہنے والوں "اخوند خیل" کہلاتے ہیں۔

میرے پردادا مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ جن کو حج بابا بھی کہتے تھے، بڑے عالم تھے۔ اسی طرح میرے دادا

مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی بڑے عالم تھے، ہمارا خاندان الحمدللہ علماء کا خاندان ہے، لیکن چونکہ میرے دادا کا انتقال ہو گیا تھا، اور والد صاحب کی عمر کم تھی تو ذمے داریوں کی وجہ سے وہ عالم نہ بن سکے، البتہ میرے چچا بڑے عالم تھے۔ لوگ ہمارے علاقے کو پیر خانہ کہتے ہیں۔

ان علاقوں پر والیٔ سوات کی حکومت قائم ہوئی۔ اس نے تمام مشہور خاندانوں میں سے کچھ افراد اپنے ساتھ لیے۔ ان میں میرے والد صاحب بھی شامل تھے، میرے والد صاحب نہایت دین داری اور دیانت داری کے ساتھ فیصلے فرماتے تھے۔ اس وقت عدالتوں کا منظم نظام نہ تھا، میرے والد صاحب کے حوالے ایک پورا علاقہ تھا اور وہیں کے وہ قاضی تھے۔

فرمایا میری ولادت سے قبل میری والدہ نے ایک ہفتہ روزے رکھے صرف نمک سے افطاری فرماتی تھیں اور دعا کرتی تھیں کہ "اگر اللہ نے مجھے لڑکا دیا تو دین کے لیے وقف کروں گی"۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے دو بیٹے پیدا ہوئے اور پیدا ہوتے ہی انتقال کر گئے۔ ان کا نام بھی اسفندیار رکھا تھا۔ میں بہت چھوٹا تھا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا، مجھے اپنی والدہ کا چہرہ بھی یاد نہیں ہے۔ لیکن دین کی برکت ہے کہ میں کسی بھی دعا میں اپنے والدین کو کبھی نہیں بھولا اور میں نے کبھی کوئی عمرہ یا کوئی حج، فرض کے علاوہ اپنی ذات کے لیے نہیں کیا۔

فرمایا مجھے بچپن سے قرآن مجید پڑھنے اور سمجھنے کا بڑا شوق تھا۔ میرے والد محترم نے مجھ پر احسان فرمایا کہ علاقے کے ایک بڑے عالم دین کی خدمت میں مجھے کم عمری میں بھیج دیا۔ انھوں نے مجھے قرآن مجید ناظرہ مکمل کرایا اور نماز بھی سکھائی، ان کے بارے میں مشہور تھا کہ ان کے قبضے میں جنات ہیں اور واقعی ان کے پاس جنات طالبِ علم بھی تھے۔ اس کے بعد مجھے کتابیں پڑھنے کا شوق ہوا، لیکن بڑے بھائی نے مجھے اسکول میں داخل کرا دیا۔ میں بچپن سے ہی والد کی برکت سے وقت کا پابند تھا۔ اسکول کھلنے سے پہلے ہی میں دروازے پر پہنچ جاتا تھا، لیکن دل میں کتابوں کا شوق تھا۔ میں اسکول کی کتابوں کے نیچے "منیۃ المصلی" رکھ کر پڑھتا تھا کیونکہ ماسٹر صاحب بہت سخت طبیعت تھے اور بہت مارا کرتے تھے۔ جب وہ قریب آکر دیکھتے تو میں اسکول کی کتاب کو سامنے کر لیتا اور جب چلے جاتے تو دوبارہ "منیۃ المصلی" پڑھنے لگتا۔ بڑے بھائی بھی بڑے سخت مزاج تھے۔ وہ

مجھ سے فرماتے تھے کہ ”کچھ کلاسیں پڑھ لو پھر تمھیں ڈپٹی کمشنر بناؤں گا، مولوی بن کر کیا کرو گے“۔

فرمایا اس زمانے میں اس طرح کے سرکاری اسکول نہیں ہوا کرتے تھے۔ ایک ماسٹر چند شاگردوں کو لے کر بیٹھ جاتا اور سبق پڑھاتا تھا۔ میں نے چار جماعتیں اس ماسٹر صاحب سے پڑھیں، لیکن دینی علم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ میری عمر بہت کم تھی، غالباً سات یا آٹھ سال کا تھا، اسی لیے والد صاحب بھی مجھے سفر کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ میں اس انتظار میں تھا کہ کوئی بہانہ ملے اور میں گھر سے بھاگ جاؤں۔

ایک مرتبہ ہمارے گھر میں ایک مستری کام کرنے کے لیے آیا۔ اس زمانے میں مستری مزدوری نہیں لیا کرتے تھے۔ دوپہر کے وقت میں کتاب پڑھ رہا تھا، مستری نے کہا کہ میرے لیے کھانا لے کر آؤ، میں نے جواب میں کہا کہ میں تمھارا نوکر تھوڑی ہوں، اس پر اس نے غصے میں کوئی بات کہی، مجھے بھی غصہ آیا اور اس کو پتھر اٹھا کر مارا۔ تھوڑی دیر بعد میرے بھائی آئے اور مستری کو کھانا دیا۔ اس اللہ کے بندے نے کہا کہ اس نے مجھے پتھر مارا ہے، میں کیسے کھانا کھا سکتا ہوں، یہ سن کر بڑے بھائی بہت غصہ ہوئے اور ڈنڈا لے کر میرے پیچھے مارنے کے لیے بھاگے میں نے دل میں سوچا کہ اب بھاگنے کا وقت آگیا ہے۔ سر پر ٹوپی پہنی، چپلیں پہنیں، اپنی کتاب ”منیۃ المصلی“ اٹھائی اور سیدھا گھر سے باہر بھاگا۔ راستے میں مجھے میرے پھوپھی زاد بھائی نے پکڑ لیا۔ یہ بھی بڑا سخت طبیعت کا تھا۔ اس نے مجھے زمین پر پٹخا، میری ٹوپی، چپلیں اور کتاب چھین لی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اب یہ واپس آجائے گا، مگر میں فیصلہ کر چکا تھا، میں واپس نہ گیا۔ اسی حال میں ایک مسجد جا پہنچا۔ وہاں ایک بڑے عالم دین تھے، جو میرے گھرانے سے اچھی طرح واقف تھے۔ مجھے اس حالت میں دیکھ کر ان کو بڑا ترس آیا اور مجھ سے پوچھا کہ ”کیسے آنا ہوا؟“ ، میں نے کہا: ”میں علم حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں“۔ انھوں نے مجھے رہائش اور پڑھائی کی اجازت دے دی، لیکن کھانے کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ اگلے روز میرے گھر سے ایک بندہ مجھے لینے آیا، میں نے صاف انکار کر دیا کہ اب میں واپس نہیں جاؤں گا۔ میں جس استاد کے پاس پہنچا وہ بڑے عالم تھے، مگر مجھے ”ہدایۃ الحکمہ“ پڑھانا شروع کر دی۔ میں ابتدائی درجے کا طالبِ علم تھا، بالکل ناواقف، انھوں نے اپنے علم کی شہرت کے لیے مجھے یہ کتاب پڑھانا شروع کی۔

سفر کے دوران ایک دن اپنے رشتے دار کے ہاں قیام فرمایا۔ انھوں نے یہیں رہنے پر اصرار فرمایا۔ رات

کو خواب دیکھا جس میں کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ تمھاری منزل نہیں ہے، چنانچہ صبح سویرے رشتے داروں کی ناراضی کے باوجود مزید قیام نہ کیا۔

دو روز بعد میرے والد صاحب نے اپنے ایک ساتھی کو کچھ سامان دے کر میرے پاس بھیجا اور فرمایا کہ کوشش کرنا کہ وہ واپس آجائے، اگر نہ آئے تو یہ سامان اس کے حوالے کر دینا۔ اس نے بڑی کوشش کی کہ میں کسی طرح واپس چلا جاؤں، مگر میں نے صاف انکار کیا اور اس سے کہا کہ ”وہ سب کافر ہیں، میں واپس نہیں جاؤں گا“۔ (اس وقت میں نے سوچا کہ جب ایک راستہ اپنا لیا تو اب واپسی کیسی)۔ میں چند روز بعد واپس اپنے گھر گیا۔ ماسٹر صاحب کے مجھ سے بڑے مفاد وابستہ تھے، کیونکہ ان کا راشن میرے والد صاحب دیا کرتے تھے۔ انھوں نے چند طلبہ کو اپنے ساتھ ملایا اور مجھے دینی تعلیم سے بدظن کرنے لگے۔ ساتھ ہی مجھے مولوی سپے (مولوی کتا) کہنے لگے۔ میں نے ان کی بات کی طرف توجہ نہ دی اور واپس آکر اپنے مقصد میں لگ گیا، لیکن چونکہ کتاب سمجھ نہیں آرہی تھی، میں اس جگہ سے بددل ہو گیا۔ ایک طالبِ علم نے مجھے بتایا کہ کوہستان میں بڑے بڑے علماء موجود ہیں۔ اس دور میں کوہستان میں ”فنی علماء“ ہوتے تھے۔ نحو پڑھانے والے استاذ کو مکمل نحو یاد ہوتی تھی۔ صرف پڑھانے والے استاذ کو صرف کی تمام کتابیں یاد ہوتی تھیں، تو میں نے کوہستان سفر کرنے کا ارادہ کیا۔

میں نے کوہستان جانے کا قصد کیا۔ میری عمر کم تھی اور سفر بڑا کٹھن تھا۔ ایک جگہ پہنچا وہاں نحو کے بڑے استاد تھے۔ ان سے نحو کی کتابیں پڑھیں۔ صبح سحری کے وقت استاد تشریف لاتے اور سبق سنتے۔ (غالبًا کافیہ وغیرہ بھی انہی سے پڑھیں اور زبانی کتابیں یاد کیں۔ حضرت قبرستان میں جاکر دوپہر کے وقت گاؤں والوں سے علیحدہ رہ کر کتاب یاد کرتے تھے۔ جب لوگوں کو پتا چلا تو انھوں نے طرح طرح کی باتیں کرنا شروع کر دیں، مگر جب یہ پتا چلا کہ یہ قبرستان میں بیٹھ کر اپنا سبق یاد کرتے ہیں، تو اس دن کے بعد سب حضرت کی بڑی تعظیم کرنے لگے)۔

فرمایا نحو کے ایک اور بڑے استاد تھے، جن کا نام مولوی سرور صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا، ان کی مسجد پہاڑی پر تھی۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے تہجد کے وقت وہاں پہنچا۔ تھکا ہوا تھا، مسجد کے صحن میں لیٹ گیا۔ استاد فجر سے پہلے تشریف لاتے تھے، ان کا یہی معمول تھا مگر مجھے علم نہ تھا۔ استاد تشریف لائے اور سب طلبہ کو

اٹھانا شروع کیا۔ انھوں نے مجھے بھی اٹھایا۔ مجھ پر نیند غالب تھی احساس نہ ہوا۔ استاد نے زور سے پاؤں مار کر فرمایا: ”اٹھو! یہ کون بے وقوف ہے؟ کیا یہ سونے کا وقت ہے؟“ میں غصے میں اٹھا اور کہا: ”کون بے وقوف ہے؟ کیا یہ اٹھانے کا طریقہ ہے؟“ ایک طالبِ علم آگیا اور استاد سے کہا کہ ”یہ مسافر ہے“ اور مجھ سے کہا کہ ”یہ استاد ہیں۔“

فجر کی نماز کے بعد استاد کا طلبہ نے تعارف کروایا۔ مجھے بہت شرمندگی ہوئی۔ استاد معافی مانگنے لگے، مگر میں چھوٹا تھا معافی نہ مانگ سکا خاموش بیٹھا رہا۔ یہ جگہ بڑی سخت تھی۔ یہاں نہ کھانے کا بندوبست تھا، نہ رہائش کا بندوبست تھا، پتے کھا کھا کر گزارا کرتے، پھر جب استاد نے سبق پڑھانا شروع کیا تو اپنے سامنے ”تحریر سمبٹ“ رکھی۔ مجھے یہ کتاب زبانی یاد تھی۔ پھر استاد نے ”کلمہ“ کی تشریح شروع کی، لیکن ایک لفظ کی تشریح بیان نہیں کی۔ میں بڑا پریشان ہوا تو میں نے بیماری کا بہانہ کیا اور خود کو ایک تہ خانے میں ڈال دیا۔ بیماروں کی طرح وہاں پڑا رہا اور سوچتا رہا کہ اب آگے کیا کروں۔ بالآخر مجھے وہاں سے رخصت ہونے کی اجازت مل گئی۔

فرمایا پھر میں نے واپس سوات کا رخ کیا۔ دارالعلوم چہار باغ میں اس دور میں بڑے علماء تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہوا، ”کنز الدقائق“ وغیرہ پڑھیں۔ آج تک عبارتیں اور تشریحات زبانی یاد ہیں۔ پھر دارالعلوم ”سیدو شریف“ میں ”مارتونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ“ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ بہت ہی بڑے صاحب نسبت، صاحب کشف و کرامات، اور باعمل عالم دین تھے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے درمیان فقط مولانا عبدالرحمن امروہوی رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ تھا۔ میرا ارادہ کتب حدیث پڑھنے کا تھا، مگر حضرت بڑے منطقی اور فلسفی بھی تھے، چنانچہ منطق اور فلسفہ، میں نے ان کی محبت میں مکمل ان سے پڑھا۔ پھر دورۂ حدیث ان سے مکمل کیا۔ میری کوشش ہوتی تھی کہ بابا کے قریب جگہ مل جائے۔ مگر مجمع زیادہ تھا، جگہ مشکل سے ملتی تھی۔ کونے میں پھنس کر بیٹھتا تھا۔

زمانۂ طالبِ علمی کے چند واقعات

فرمایا میرے ساتھی ”مولوی صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ“ تھے۔ رات کو عشا کے بعد ہم تکرار کے لیے بیٹھتے۔ پہلے وہ عبارت پڑھتے، میں اعتراض کرتا، وہ جواب دیتے۔ پھر میری باری آتی، اسی طرح اعتراض و جواب کا سلسلہ جاری رہتا۔ کئی مرتبہ فجر کی نماز کے لیے لوگ مسجد آجاتے، وضو کی آواز آتی تو پتا چلتا کہ رات بھر

تکرار کرتے رہے۔ پھر فجر کے بعد ایک طالبِ علم سے ایک کتاب جاکر پڑھتا۔ وہ ناشتہ کرتا مگر مجھے چائے تک نہ دیتا۔ پھر مدرسے جاکر اسباق پڑھتا۔ ظہر کے بعد کتاب یاد کرتا۔ عصر کے بعد ترجمہ پڑھنے جاتا۔ پھر مغرب کے بعد دوبارہ سبق پڑھتا اور عشا کے بعد وہی معمول رہتا۔ نہ تھکن ہوتی، نہ بیماری ہوتی۔

فرمایا میرے ایک استاد "مولانا مختار الدین گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ " تھے۔ ان سے میں نے کنز اول پڑھی۔ انتہائی عبادت گزار تھے۔ یہاں تک کہ جس جگہ وہ نماز ادا فرماتے تھے، وہاں کے پتھروں پر ان کے سجدے کے نشانات پڑ چکے تھے۔ وہ ہر وقت نماز ہی پڑھتے رہتے تھے۔ ایک دو الفاظ سبق کے پڑھاتے پھر نماز کی نیت باندھ لیتے۔ ان کو نماز کا ذائقہ اور حلاوت مل چکی تھی۔ نماز ان کی فطرت بن چکی تھی۔ ان کا انتقال بھی نماز ہی کی حالت میں ہوا۔ ایک مرتبہ ان کے ساتھ میں اور چند ساتھی سفر پر گئے۔ سفر انتہائی مشکل تھا۔ کھانے کے لیے صرف جوار کے چند دانے لوگ دے جاتے تھے۔ پانی کے ساتھ ان کو کھاتے، سامانِ سفر بھی نہ تھا۔ بالآخر مجبوراً مجھے واپس آنا پڑا۔

فرمایا مدرسہ سیدو شریف میں ممبر کے پیچھے پوری رات مطالعہ کرتا، ایک چھوٹی چادر تھی۔ جب مطالعہ کرتے کرتے تھک جاتا تو اس پر ایک کروٹ لیٹ جاتا تھا۔ میرا ایک بڑی عمر کا ساتھی بھی تھا، وہ رات کو جلدی سوتا تھا اور کسی کو بھی مطالعہ نہیں کرنے دیتا تھا۔ جب وہ سو جاتا تو اس وقت میں مطالعے کے لیے جاتا اور فجر سے پہلے واپس آجاتا تاکہ اس کو پتا نہ چلے۔

فرمایا میں نے پوری زندگی میں کبھی بھی چھٹی نہیں کی۔ صرف ایک مرتبہ چھٹی کی تھی، استاد نے ایک ڈنڈا ہاتھ پر مارا، پورے دورِ طالبِ علمی میں اس کا نشان رہا، پھر کبھی چھٹی نہیں کی۔

فرمایا میرے ایک استاد تھے، سلسلۂ قادریہ کے بڑے بزرگ بھی تھے۔ میں نے ابتدا میں ان سے ترجمہ قرآن پڑھا۔ ان کے ایک شیخ تھے جن کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ پہاڑ میں کافی اونچی جگہ مدفون تھے۔ میرے استاد سال میں ایک دو مرتبہ اس جگہ سفر کر کے تشریف لے جاتے۔ میں بھی ایک مرتبہ ان کے ساتھ گیا۔ وہاں کھانے پینے کا بندوبست نہ تھا۔ کچھ جوار کی روٹی اور جو کے دانے لوگ دے جاتے۔ ہم اسی پر گزارا کرتے رہے۔

فرمایا میں نے دوبارہ ترجمہ قرآن چہار باغ کے مدرسے میں مولانا عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ یہ والیٔ سوات کا مدرسہ تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے پڑھے ہوئے تھے۔ بہت بڑے عالم تھے۔ بعد میں اکوڑہ خٹک میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ ایک مرتبہ ایک بڑے استاد تقریری امتحان لینے آئے، میرا نمبر آیا، کافی طلبہ موجود تھے۔ میں نے تلاوت شروع کی، جب "فَنَسِیَ" پر پہنچا تو میں نے وقف کے ساتھ پڑھا۔ اس پر وہ غصہ ہوگئے، سوالات شروع کیے۔ اتنے میں مولانا عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے، فرمایا کہ مولانا یہ تو میرا شیر ہے۔ ممتحن نے فوراً امتحان ختم کر دیا اور مجھے اعلیٰ نمبر دے دیے۔

فرمایا میرے والد صاحب سب سے زیادہ میری تربیت کی فکر فرماتے تھے۔ مجھ پر نگرانی کرواتے، ایک مرتبہ سخت گرمی کی وجہ سے میں نے قمیص اتاری ہوئی تھی اور سبق پڑھ رہا تھا، اچانک مسجد میں ایک کتا گھس آیا۔ میری بدقسمتی تھی کہ میں اس کتے کے پیچھے بھاگا تاکہ وہ مسجد سے نکل جائے۔ اچانک دیکھا تو والد صاحب مسجد کے باہر ملنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ مجھے اس حال میں دیکھا تو بڑی ناگواری کا اظہار فرمایا اور فرمانے لگے کہ "اچھا تو آپ یہ حرکتیں کرتے ہیں"۔ یہ فرما کر وہ واپس چلے گئے اور مجھے بڑی شرمندگی محسوس ہوئی۔

فرمایا جب میں گھر سے مدرسے واپس جاتا تو میرے والد صاحب میرے پیچھے بندوں کو لگا دیتے، تاکہ وہ دیکھیں کہ میں مدرسے جا رہا ہوں یا نہیں۔ ایک مرتبہ میں گھر سے واپس مدرسے کے لیے روانہ ہوا اور میں نے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا۔ والد صاحب کے خادم کو میں نظر نہیں آیا، اس نے واپس آکر میری شکایت کی۔ والد صاحب نے فوراً مجھے تنبیہ کے طور پر ایک خط لکھا۔ بعد میں میں نے والد صاحب سے بہت معذرت کی۔

فرمایا چھٹیوں میں جب میں گھر آتا تو میرے والد صاحب مجھ سے بڑی محبت کا اظہار فرماتے، مگر جیسے ہی چھٹیاں ختم ہونے لگتیں، ان کی نظریں مجھ سے پھر جاتیں اور ایسا لگتا جیسے وہ مجھ سے محبت ہی نہیں کرتے۔

فرمایا طالبِ علمی کے دور میں میلا کچیلا رہتا تھا۔ بڑے بڑے بکھرے بال ہوتے تھے۔ ان میں جوئیں پڑ جاتی تھیں۔ غسل بھی کبھی کبھی کرتا تھا۔ بدبودار کپڑے پہنتا۔ کیونکہ میں شکل میں اچھا تھا، ڈرتا تھا کہ ماحول اچھا نہیں، کہیں کوئی طالبِ علم دوستی نہ کر لے۔ تو اتنا گندہ رہتا کہ کوئی طالبِ علم قریب بیٹھنا بھی گوارا نہ کرتا۔ ایک مرتبہ بڑے بھائی نے مجھے دیکھ کر ڈانٹا اور کہا کہ جاہل! یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟ ان کے حکم پر بال کٹوائے۔

"مختصر المعانی" کا مطالعہ کر رہا تھا اور سر پر استرا پھروا رہا تھا۔ ابھی یاد آتا ہے، کتاب میں بال گر رہے تھے۔ اب جس کو ملی ہوگی جوؤں کے ساتھ ملی ہوگی۔

فرمایا جب میں کوہستان میں پڑھتا تھا اس وقت ایک عجیب معاملہ دیکھا کہ علاقے کے لوگ میت کے ہونے پر طلبہ میں گوشت خیرات کرتے تھے، جب کافی دن طلبہ کو گوشت نہ ملتا تو وہاں یہ معمول تھا کہ ایک بڑا طالبِ علم کھانے کے بعد تھال کے درمیان میں کچھ پڑھ کر تین بار ہاتھ مارتا اور پھر انگلیوں کے ذریعے درمیان میں سے گھما دیتا۔ اسی رات کسی کا انتقال ہو جاتا اور خیرات آجاتی۔

فرمایا مجھے اپنے تمام اساتذہ سے بڑی محبت تھی۔ میں نے کبھی بھی کسی استاذ پر اعتراض نہیں کیا۔ ایک جوان استاد تھے، بڑے قابل تھے، لیکن چونکہ ادارے میں ان کے اساتذہ موجود تھے، کوئی ان کو خاص مقام نہ دیتا تھا مگر میں نے کبھی ان کے سبق کا ناغہ نہ کیا، وہ سبق پڑھا کر فرماتے کہ سمجھ آیا؟ میں کہتا کہ "جی! بالکل آیا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی طرف سے علم عطا فرمائے"۔ میں ہمیشہ ان کی جوتیاں سیدھی کرتا تھا۔ اس کا بدلہ یہ ملا کہ میرے سبق میں ایران وغیرہ کے طلبہ ہوتے، یہ بڑے جری تھے، اساتذہ سے بحث مباحثہ کرتے تھے، لیکن میرے سبق میں کبھی کسی نے مجھ پر اعتراض نہ کیا۔

فرمایا سوات کے علاقے میں سخت سردی ہوتی ہے، میرے پاس ایک نیا کمبل تھا، راستے میں ایک شخص کو دیکھا جس کے پاس پرانا پوستین تھا۔ میں نے اس کو اپنا کمبل دے دیا اور وہ پوستین لے لیا۔ اتفاق سے بارش ہوگئی۔ اس پوستین میں پانی چلا گیا۔ مجھے اس میں شدید سردی لگتی اور یہ محسوس ہوتا کہ شاید میری ہڈیاں جم گئی ہیں۔ آج میرے پاس کئی کپڑے، کمبل، صدریاں وغیرہ ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اس وقت کی تکلیف کے بدلے میں یہ ملا۔ (پھر فرمایا اچانک یہ بات زبان سے نکل گئی، ایسی بات کرنا مناسب نہیں)۔

فرمایا کوہستان کے ایک پہاڑ پر بہت بڑا پتھر تھا۔ لوگوں میں مشہور تھا کہ اس پتھر میں ایک بزرگ نے دیو کو بند کیا ہے۔ میں نے سوچا کہ دیو کو کیسے بند کیا ہوگا؟ رات کو آکر اس پتھر کے اوپر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اچانک خوف و گھبراہٹ شروع ہوگئی، اور میں قریب میں ایک مسجد کی جانب بھاگا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ کوئی میرے پیچھے آرہا ہے۔ جب مسجد پہنچا تو مسجد کی دیوار پر ٹیک لگا کر پتھر کا رخ کیا۔ ایسا لگا کہ جیسے میرے سامنے

ایک بہت بڑا اوجود کھڑا ہے۔ اس کے بعد کئی دن تک سخت بیمار رہا۔

فرمایا کوہستان میں ایک مرتبہ ایک پہاڑ پر تھا اچانک دو ملنگ نظر آئے۔ مجھ سے پوچھا کہ ''کون ہو؟ کہاں جارہے ہو؟'' میں نے بتایا کہ طالبِ علم ہوں۔ انھوں نے بڑی محبت کا اظہار کیا اور ایک خوبصورت مرغی مجھے دے دی، اور کچھ خاص باتیں بھی مجھے بتائیں اور کہا کہ ''رات کا کھانا آپ کے یہاں کھائیں گے''، وہ رات کو تشریف لائے اور کھانا کھایا اور مجھے بڑی دعائیں دے کر رخصت ہوگئے۔ اس کے بعد وہ دوبارہ نظر نہ آئے۔

فرمایا طالبِ علمی کے دور میں بڑے سخت اسفار کیے۔ کوہستان میں ایک پہاڑی پر تھا، لوگوں نے بتایا کہ آگے آبادی نہیں ہے، کچھ چرواہے ہیں، رات ان کے پاس ٹھہر سکتے ہو۔ میں جلدی جلدی راستہ طے کرنے لگا۔ اچانک بارش ہوگئی۔ جب اوپر پہنچا تو دیکھا کہ چرواہے جا چکے ہیں۔ اوپر ایک چھوٹی مسجد تھی، میں نے ہمت نہ ہاری۔ مسجد میں گیا تو زندگی کے آثار ہی نہ تھے۔ مسجد کا فرش کیچڑ سے بھرا ہوا تھا۔ رات کا وقت تھا، ہر طرف بجلی کڑک رہی تھی۔ پہاڑی کی چوٹی پر مسجد تھی، انتہائی خوف و دہشت کا عالم تھا۔ میں بہت گھبرایا۔ اچانک میری آنکھ لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ صبح ہو چکی ہے اور سورج چمک رہا ہے۔

فرمایا میرے بڑی سخت طبیعت کے ایک استاذ تھے۔ میں ان سے ''شرح وقایہ'' پڑھتا تھا، ایک مرتبہ مجھے کھیت میں لے گئے اور فرمایا کہ ''یہ شوتل'' گھاس ہے۔ اس کو اس انداز سے کاٹو کہ لوگوں کو گھاس کاٹنے کی آواز نہ آئے۔ میں نے یہ کام کبھی نہیں کیا تھا۔ آلات اٹھائے اور گھاس کاٹنا شروع کی، تو شور ہوا۔ استاد بہت سخت خفا ہوگئے اور مجھے سخت سست کہا۔ اب جب بھی کتاب لے کر بیٹھتا تو سخت خفا ہوتے اور برا بھلا کہتے۔ میں سبق سناتا تو ناراض ہو جاتے۔ لیکن چونکہ استاد تھے، میں نے کبھی تعلق ختم نہیں کیا۔

فرمایا کوہستان میں ایک مرتبہ مجھے بخار آیا۔ اتنا سخت بخار تھا کہ چوبیس گھنٹے تک میں بے ہوشی کی حالت میں رہا۔ جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ پورے جسم پر جوئیں چمٹ چکی تھیں۔ میں نے جس طالبِ علم کا کپڑا سرہانے کے طور پر رکھا تھا، اس سے جوئیں نکل کر بدن پر آچکی تھیں۔ سخت پریشان ہوا، پھر کافی دیر تک اپنا بدن ملتا رہا اور جوئیں جھاڑتا رہا۔

فرمایا کوہستان میں جب کوئی بیمار ہوتا تو اس کی صحت یابی کے لیے لوگ طلبہ کو گوشت صدقہ کرتے، اور

دعا کی درخواست کرتے۔ مگر ہم یہ دعا کرتے کہ وہ صحت یاب نہ ہو، تاکہ کچھ کھانا تو مل جائے۔ اگر کہیں وفات ہو جاتی تو دو دن، دو رات کا سفر کر کے قرآن خوانی کے لیے جاتے، تاکہ کچھ کھانے کا بندوبست ہو جائے۔

مولانا خان بہادر رحمۃ اللہ علیہ (مار تونگ بابا)

مار تونگ بابا نہایت دبلے پتلے تھے، بڑے عالم تھے، وہ دار لعلوم دیوبند تعلیم حاصل کرنے کے لیے گئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے امتحان لیا، پوچھا کہ آپ نے منطق میں قاضی وغیرہ پڑھی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں پڑھی، لیکن آپ امتحان لے لیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ایک طرف تو آپ علوم کے آسمان پر ہیں۔ دوسری طرف یہ ابتدائی کتب نہیں پڑھیں۔ ہم آپ کو دورۂ حدیث میں داخلہ کیسے دیں؟ (اس دور میں منطق کا بڑا زور تھا، اس سے ذہن میں جلا پیدا ہوتی ہے، مناظرے کا ڈھنگ آتا ہے) بہرحال داخلہ نہ ہوا تو "مدرسہ ڈھابیل" میں دورۂ حدیث کے لیے تشریف لے گئے۔

فرمایا مجھے منطق پڑھنے کا شوق نہیں تھا، لیکن بابا رحمۃ اللہ علیہ چونکہ پڑھاتے تھے لہذا ان کی وجہ سے پڑھی۔ پھر فلسفے کی ایک کتاب پڑھنے کا بالکل ہی دل نہ تھا، لیکن نقشے میں دیکھا تو ان کے پاس وہ کتاب بھی تھی۔ آخری گھنٹے میں پڑھاتے تھے۔ اس وجہ سے اس گھنٹے میں بیٹھ گیا۔ لیکن کتاب کی جگہ حضرت کا چہرہ دیکھتا رہتا تھا۔ امتحان آئے تو پریشان ہو گیا، رات کو دعا کی کہ "یا اللہ علم تو آپ کی صفت ہے، مہربانی کر کے میرا سینہ کھول دیجیے" اور کتاب کا مطالعہ کیا، سب طلبہ سے زیادہ نمبر حاصل کیے۔ یہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کی زیارت کی برکت تھی۔

فرمایا جس سال میں نے دورۂ حدیث کیا مار تونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے دوران درس ایک مرتبہ فرمایا کہ "اس سال میں بیمار تھا، پڑھانے کی بالکل ہمت نہ تھی، لیکن صرف ایک طالبِ علم کی وجہ سے میں نے پورا سال اسباق کی پابندی کی"۔

فرمایا مار تونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ جب سبق پڑھا کر واپس جاتے، تو میں ساتھ ساتھ چلتا۔ جب دو راستے الگ الگ ہو جاتے تو میری طرف رخ کر کے سلام کرتے۔ میں سلام کا جواب دیتا۔ اور وہاں سے واپس لوٹ جاتا۔ اب افسوس ہوتا ہے کہ کاش ان کے ساتھ ان کی قیام گاہ تک چلا جاتا۔

فرمایا مار تونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ کو والئ سوات نے اپنے پاس رکھا تھا تاکہ لوگ ان سے نہ مل سکیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہاں قیام فرماتے مگر اس کے گھر سے کچھ نہ کھاتے۔ شام کے کھانے پر دعوت دیتا تو فرماتے کہ میرا روزہ تھا، اس لیے مغرب کے وقت کھانا کھالیا۔ صبح ناشتے پر بلاتا، تو فرماتے میں نے تو سحری میں ہی کھالیا۔

فرمایا مار تونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ نام و نمود سے بالکل دور رہتے تھے۔ چہرے پر کپڑا ڈال کر مدرسے پڑھانے جاتے تھے۔ راستے میں لوگ بابا کو دیکھتے تو قطار کی صورت میں کھڑے ہو جاتے، اور سلام کرتے جاتے۔ ایسے لوگوں کی برکت سے آج ہم مسلمان ہیں۔ ایک انگریز نے لکھا ہے کہ "اسلام ان گوشہ نشینوں کی وجہ سے محفوظ ہے۔ یہ لوگ انقلابات زمانہ سے محفوظ رہے ہیں اور دوبارہ اسلام کو تقویت ان کی برکت سے مل جاتی ہے"۔

فرمایا ایک دن دورانِ درس، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت آئی کہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا تھا، چودھویں رات کا چاند تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، دھاری دار چادر اوڑھے مسجد میں تشریف لائے، میں کبھی چاند کو دیکھتا، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا (یہ الفاظ استاذِ محترم دہراتے رہے)، میرے دل نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند سے زیادہ حسین ہے، استاد محترم الفاظ دہراتے رہے۔ اچانک میری آنکھوں کے سامنے سے تمام پردے ہٹ گئے، اور مجھے وہ منظر اپنی نگاہوں کے سامنے نظر آیا۔ یہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی۔

فرمایا مار تونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے میں دوبارہ کراچی سے گیا۔ اس وقت میں مدرس بن چکا تھا اور دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھا رہا تھا، بابا رحمۃ اللہ علیہ سے جب ملاقات ہوئی تو بابا نے پوچھا کہ کیا پڑھاتے ہو؟ میں نے عرض کی کہ دورۂ حدیث میں بخاری اور بیضاوی پڑھا رہا ہوں۔ بابا بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تم سے یہی توقع تھی پھر رات کے کھانے کی دعوت دی۔ فرمایا چوزے کا سالن بناؤں گا، شوربا میں پی لوں گا، بوٹی تم کھا لینا۔ رات کو حاضر ہوا، بابا رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہاتھوں سے بوٹیاں توڑ توڑ کر مجھے کھلاتے رہے میں نے عرض کی کہ حضرت! میں نے آکر آپ کو پریشان کر دیا، معاف فرمائیں۔ فرمایا کہ نہیں! نہیں! بعضے مہمان آتے ہیں تو مریض تندرست ہو جاتا ہے اور بعضے آتے ہیں تو تندرست بیمار ہو جاتا ہے۔ آپ کے آنے سے تو میں تندرست ہو گیا۔ پھر تنہائی میں مجھے بہت سی راز کی باتیں بتائیں۔

فرمایا ایک مرتبہ طالبِ علموں نے ایک بڑے اجتماع کا اہتمام کیا جس میں بڑے بڑے علمائے کرام کو دعوت دی، ان میں ماتونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ جب مار تونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت خطاب دی گئی، تو بابا رحمۃ اللہ علیہ

نے صرف یہ فرمایا کہ ”من یرد اللہ به خیرا یفقهه في الدین“ اور ارشاد فرمایا ”ومن یؤت الحکمة فقد أوتی خیرا کثیرا “ علم خیر ہے۔ اور علم جتنا زیادہ ملے، اتنی ہی خیر زیادہ ملتی ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اب دیگر علماء بیان فرمائیں گے، بابا رحمۃ اللہ علیہ بیان، تقاریر وغیرہ نہیں فرماتے تھے۔

کراچی تشریف آوری

فرمایا میری ۱۹۵۰ء میں فراغت ہوئی۔ اسی سال کراچی آنے کا ارادہ کیا، جیب میں رقم نہیں تھی۔ ٹرین وغیرہ سے نہیں آسکتا تھا، میرے ساتھ ایک ساتھی تھا، میں نے اس سے ارادہ ظاہر کیا۔ اس کو بھی ساتھ چلنے پر آمادہ کیا۔ پیدل کراچی کا سفر شروع کر دیا۔ بے ساز و سامان سفر کیا۔ بڑا لمبا اور کٹھن سفر تھا۔ بنوں میں رات کو ٹھہرا، وہاں اعلان ہو رہا تھا کہ عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ وہاں کے لوگ علماء کے بڑے قدر دان ہیں۔ رات کا وقت تھا، ایک مسجد میں گیا، دیکھا تو ایک انتہائی نورانی چہرے والا کوئی شخص تنہائی میں بیٹھا ہے۔ میں نے رات مسجد میں گذاری، وہاں کھانے پینے کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ اللہ کی شان کہ رات کو کھڑکی سے کسی نے روٹی دی۔ میں نے روٹی لے لی، لیکن اندھیرے میں ایسا لگا کہ مٹی کی روٹی ہے، چنانچہ میں پوری رات بھوکا ہی رہا۔ صبح روشنی میں جب روٹی دیکھی تو بظاہر صحیح لگ رہی تھی ذائقہ بھی اچھا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ باجرے کی روٹی تھی۔ اس وقت میں ان چیزوں کو نہیں جانتا تھا۔

راستے میں ”کوہِ سلیمانی“ سے ہوتے ہوئے گزرا۔ یہاں کے بارے میں مشہور تھا کہ سلیمان علیہ السلام کا تخت یہاں اترا تھا، اور اس جگہ جنات کا بسیرا ہے۔ کسی نے بتایا کہ کچھ ہی دیر میں ایک بستی آئے گی، وہاں رات گزار لینا۔ آگے کا سفر انتہائی خطرناک ہے۔ میں نے اور میرے ساتھی نے تیزی سے سفر کرنا شروع کر دیا۔ چلتے چلتے تھک گئے، تو ایک فوجی چھاؤنی پر نظر پڑی۔ فوجیوں نے ہمیں دور سے رکنے کا کہا۔ ہم رک گئے۔ انھوں نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے جگہ کا نام لیا کہ ”شاہ کوٹ“ جانا ہے۔ تو انھوں نے بتایا کہ وہ جگہ تو کئی میل پیچھے رہ گئی ہے، اور آگے کوئی پینتیس کلومیٹر تک کوئی آبادی نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی میرے پیروں سے جان نکل گئی اور میں زمین پر گر پڑا۔ فوجیوں نے آکر اٹھایا اور تسلی دی کہ آپ پریشان نہ ہوں، ہمارے ساتھ رات گزاریں۔

وہ سخت پہرے میں ہمیں اپنے ساتھ چھاؤنی کے اندر لے گئے۔

جب مغرب کی نماز کا وقت آیا تو مجھ سے نماز کی امامت کی درخواست کی اور کہنے لگے کہ کئی دنوں سے ہم نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی آپ ہمیں نماز پڑھا دیں۔ میں نے وہاں امامت کرائی۔ اس کے بعد انھوں نے ہمارا اکرام کیا۔ رات کو طوفانی ہوائیں چلیں۔ دروازے زور زور سے ٹکرانا شروع ہو گئے۔ اگر رات کو مجھے یہ جگہ نہ ملتی تو نہ جانے صبح تک یہ طوفانی ہوائیں مجھے کہاں لے جا چکی ہوتیں۔ اگلے روز سویرے، میں اور میرا ساتھی دوبارہ سفر پر روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل چائے اور روٹی سے فوجی نے ہماری ضیافت کی کہ آگے نہ جانے کہاں کچھ ملے گا؟ اللہ تعالی اس کو اپنی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہم نے دوبارہ سفر شروع کیا۔ ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ تھا۔ راستے میں ایک شخص کو دیکھا کہ گدھے کی سواری ساتھ لیے جا رہا ہے۔ اس پر ایک روٹی بھی تھی۔ ہم نے اس سے کھانے کو کچھ مانگا، تو اس نے کہا کہ ”میرے پاس صرف ایک روٹی ہے۔ اگر تمھیں دے دوں تو خود کیا کھاؤں گا“۔ یہ کہہ کر وہ آگے چلا گیا۔ پھر واپس آیا اور پتھر سے روٹی کے دو ٹکڑے کیے، آدھی ہمیں دی۔ آدھی خود لے گیا۔ ہم نے پانی کے ساتھ وہ روٹی کھائی۔ ہمیں فوجی نے بتایا تھا کہ آگے ایک اور چھاؤنی آئے گی۔ شام پانچ بجے سے پہلے وہاں کوشش کر کے پہنچ جائیں ورنہ رات ہو گئی تو راستہ انتہائی خطرناک ہے، آپ کو بہت مشکلات کا سامنا ہو گا، لہذا ہم نے اپنا سفر تیزی سے طے کیا۔ جب وہاں پہنچے تو شدید سردی تھی اور میرا پورا بدن کانپ رہا تھا۔ وہاں بھی فوجی نے مجھے دیکھا تو اپنے بڑے افسر سے اجازت لے کر چھاؤنی میں رات ٹھہرایا۔

فرمایا راستے میں میرے ساتھی کی ہمت ٹوٹ گئی اور ایک جگہ پہنچ کر وہ کہنے لگا کہ بس اب میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھوں گا واپس چلتے ہیں۔ میں نے اس کی باتیں سنیں پھر کچھ دیر کے بعد میں نے اس سے مصافحہ کیا اور کہا کہ میں مر جاؤں گا، لیکن واپس نہیں جاؤں گا، بالآخر میرا عزم دیکھ کر وہ بھی راضی ہو گیا۔

جب کراچی پہنچا جا تو پیروں میں چیتھڑے تھے دونوں پیروں سے خون جاری تھا۔ یہاں نہ تو میں کسی کو جانتا تھا نہ کوئی مجھے جانتا تھا۔ ایک قاری نے مجھے دیکھا اور تعارف ہوا کہنے لگا کہ میں سفر پر جا رہا ہوں۔ کیا آپ میری جگہ بچیوں کو گھر جا کر قرآن شریف پڑھائیں گے؟ میں بالکل بے آسرا و بے سہارا تھا۔ نہ رہنے کی جگہ تھی نہ

طعام کا بندوبست۔ میں نے مجبوراً ہامی بھر لی کہ چلو کچھ کھانے پینے کا بندوبست ہی ہو جائے گا۔

جب میں اس گھر پہنچا تو حیران رہ گیا۔ یہاں نوجوان لڑکیاں موجود تھیں۔ خیر میں دوسری طرف رخ کر کے بیٹھا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آپ میرے قریب بیٹھیں اور میری آنکھ میں دیکھیں کوئی چیز تو نہیں چلی گئی؟ میں فوراً اٹھا اور گھر سے بھاگا۔ دور آکر آسمان کی طرف دیکھا کہ یا اللہ! میری محنتوں کا کیا یہی انجام ہے؟ لعنت بھیجتا ہوں ایسے مال پر۔

دورِ تدریس

فرمایا کچھ دنوں بعد کھڈا مارکیٹ میں "مدرسہ مظہر العلوم" میں تدریس کا موقع ملا، لیکن نہ تنخواہ تھی نہ رہائش کی جگہ۔ اس وقت پورے کراچی میں یہی ایک قدیمی ادارہ تھا۔ مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اس وقت جس جگہ آج بنوری ٹاؤن ہے، وہاں کچھ کمرے بنا کے تشریف فرما تھے۔ مفتی شفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نانکواڑا کی جگہ پر جنگل میں تشریف فرما تھے۔

مدرسہ مظہر العلوم ہمارے اکابر کا مرکز تھا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ یہاں قیام فرماتے تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہاں تشریف لا چکے تھے۔ یہاں کے مہتمم مولانا محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے کارکن بھی تھے۔ بہت بڑے انسان تھے۔ اس مدرسے میں، میں نے چھوٹی کتابیں بغیر تنخواہ کے پڑھانا شروع کر دیں۔ طلبہ بڑی محبت کرتے اور میں بڑی محنت سے پڑھاتا تھا۔ ایک مرتبہ دوران درس میں نے کہا کہ میں جلالین بھی پڑھا سکتا ہوں۔ جلالین کا یہ طریقہ نہیں ہے جیسے آج رائج ہو چکا ہے۔ میں نے مارتونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ سے جلالین پڑھی۔ انھوں نے فرمایا میں اس طرح پڑھاتا ہوں، جس طرح حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پڑھاتے تھے۔ یہ بات وہاں کے اساتذہ میں مشہور ہو گئی۔ مجھے جلالین دی کہ پڑھا کر دکھاؤ۔ انھیں یہ سبق کا انداز بہت پسند آیا۔ چنانچہ اس کے بعد بڑی کتابیں مل گئیں اور احادیث مبارکہ پڑھانے لگا۔

فرمایا مظہر العلوم میں مدرس تھا مگر نہ کوئی گھر تھا نہ سر چھپانے کی جگہ۔ مدرسے سے تنخواہ بھی نہیں لیتا تھا۔ مدرسے سے ذرا فاصلے پر ایک حمام تھا وہاں جا کے ایک چٹائی پر بیٹھ جایا کرتا۔ اس چٹائی کے رنگ سے میری

قمیص بھی پیلی ہو جایا کرتی تھی۔ دن بھر میں کوئی شخص ایک سوکھی روٹی دے دیا کرتا، وہ بھی ساتھ ایک طالبِ علم کو دے دیتا۔

اس دور میں ” لی مارکیٹ “میں ایک مسجد میں امامت کا آغاز کیا، لیکن تنخواہ وہاں بھی نہ تھی۔ رہائش کے لیے بس چھوٹا سا کمرہ تھا۔ یہاں متاع حیات موجود نہ تھا، الحمد اللہ سر چھپانے کی جگہ مل گئی۔ روزانہ سویرے پیدل مدرسہ آتا۔ اسباق شروع ہونے سے ایک گھنٹہ پہلے پہنچ جاتا۔ ظہر تک سبق پڑھاتا۔ پھر ظہر کی نماز کے لیے مسجد آتا۔ نماز کے بعد دوبارہ طلبہ کو سبق پڑھاتا۔ پورا دن اسی طرح اسباق پڑھانے میں گزر جاتا۔ تھوڑے ہی عرصے میں شیخ الحدیث بنا دیا گیا۔ مولانا عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے اللہ والے تھے وہ مجھے دیکھ کر ایک شعر پڑھا کرتے تھے۔

شَیْئَانِ عجِیْبَانِ هُمَا أَبْرَدُ مِنْ بَخ　　شَیْخ یَتَصَبّی و صَبِیّ یتَشَیّخُ

ایک مرتبہ ”مظہر العلوم“میں ” مولانا عبدالرحمن چابہاری“ جو ایران میں ”شیخ الاسلام“ کے نام سے آج مشہور ہیں، میرے سبق کے بعد فرمانے لگے کہ ”سبق میری سمجھ میں نہیں آیا“، میں اس وقت ان کو ”اصول الشاشی“ پڑھا رہا تھا، میں نے کہا کہ کوئی بات نہیں دوبارہ پڑھاؤں گا۔ پھر پڑھایا، پھر کہا کہ ”سمجھ میں نہیں آیا“۔ پھر میں نے اگلے دن دوبارہ پڑھایا۔ پھر کہا کہ ” سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے پھر کہا کہ ”کوئی بات نہیں میں دوبارہ سبق پڑھاوں گا، سنیچر کو ان شاءاللہ“ اگلے دن جمعہ تھا۔ مولانا میرے پاس مٹھائی کا ڈبہ لائے اور کہا کہ ”مجھے معاف کر دیجیے گا، سبق تو پہلے دن ہی سمجھ گیا تھا“۔

فرمایا کھڈا مارکیٹ کے طلبہ بڑے سرکش تھے۔ لیکن میری چپلیں رومال میں لیے کھڑے رہتے تھے۔ اب سوچتا ہوں کہ کاش ان اساتذہ کی چپلوں کو چوم لیتا۔

فرمایا مولانا عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد میں نے ان کو خواب میں دیکھا کہ ایک بہت اونچی جگہ تشریف فرما ہیں۔ میں قریب گیا اور عرض کی کہ ”مجھے یاد رکھیے گا“، پھر معاً خیال آیا کہ مردہ اگر یاد کرتا ہے تو موت کا وقت قریب ہوتا ہے۔ لہذا فوراً عرض کی کہ ”ابھی نہیں، آخرت میں یاد رکھیے گا“۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بہت دعائیں دیں اور فرمایا کہ علم میں آپ کو بہت اونچا مقام ملے گا۔

فرمایامیں نے تقریباًبارہ سال مدرسہ مظہر العلوم میں بڑی کتابوں سمیت کئی اسباق پڑھائے۔اس زمانے میں پوری رات مطالعہ کرتا تھا، سونے کا کوئی معمول نہ تھا۔ مطالعے کے دوران ہی تھوڑی آنکھ لگ جاتی۔اس دور میں میری ایک آنکھ میں تکلیف شروع ہوگئی۔ڈاکٹر کے پاس گیاتواس نے کہاکہ پندرہ دن تک کسی بھی قسم کا مطالعہ نہ فرمائیے۔آپ کی آنکھ ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔جب مجھے اس کا پتاچلاتومیں نے زیادہ محنت شروع کر دی کہ آنکھ خراب ہونے سے پہلے پہلے جتنا ہوسکے پڑھ لوں۔اس کے بعد جب ڈاکٹر کے پاس گیاتوچیک اپ کے بعداس نے کہاکہ اب آپ کی آنکھ پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوچکی ہے۔

اس وقت مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوچکا تھا۔میں نے ان کے بیٹوں کے سامنے درخواست رکھی کہ میں پورادن اسباق نہیں پڑھا سکتا کیونکہ میری آنکھ میں تکلیف ہے، لہٰذا میں دن کے وقت اپنے اسباق مکمل کر دوں گا، مگر انھوں نے آگے سے کہاکہ ’’اگر آپ پڑھانا چاہتے ہیں تو پورادن پڑھائیں، ورنہ معذرت کردیں‘‘۔ میں نے بہرحال معذرت کردی اوراس طرح مدرسہ مظہر العلوم میں تدریس کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

مسجد قبامیں مدرسے کی بنیاد

فرمایامدرسہ مظہر العلوم سے استعفیٰ لے کرجب میں واپس گھر آیاتومیری اہلیہ نے مجھے دیکھ کر کہاکہ ۱۲سال آپ نے خدمت کی اور آخرمیں اس کا صلہ یہ ملا۔میں نے کہاکہ یہ میری کامیابی کا پروانہ ہے، ان شاءاللہ تم دیکھ لینا’’رات کو اچانک اسی، نوے طلبہ مدرسہ مظہر العلوم سے میری مسجد آگئے اور مجھ سے کتابیں پڑھانے کی درخواست کی۔ میں نے معذرت کی کیونکہ قیام وطعام کا بالکل بندوبست نہ تھا۔وہاں غسل خانے بھی موجود نہ تھے۔انتہائی چھوٹی سی جگہ تھی۔مگر وہ نہ مانے اور وہیں ڈیرا ڈال لیا۔چنانچہ میں نے ان کی خواہش کو دیکھتے ہوئے اسباق پڑھانا شروع کر دیے اوراس طرح یہاں مدرسے کی بنیاد پڑگئی۔

میں طلبہ کے لیے بہت فکر مند تھا۔ایک دن باہر نکلا، دولوگ ملے، مجھے کہنے لگے کہ آپ کے پاس توبہت طالبِ علم ہیں۔اگر آپ اجازت دیں توہم مسجد وغیرہ بنوادیں؟ میں نے کہاکہ کیوں نہیں !لیکن جلد سے جلد کام شروع ہوناچاہیے۔اگلے دن ہی انھوں نے کام شروع کردیا۔دوڈھائی ماہ میں مسجد اور غسل خانے وغیرہ تیار کر دیے۔اللہ ان کو جزائے خیرعطافرمائے۔

فرمایا لیاری میں مسجد کے گرد پورا ماحول میرے مخالف تھا چاروں طرف بریلوی تھے، وہ مجھ پر حیران ہوتے کہ یہ دیوبندی ہے لیکن دلائل الخیرات بھی پڑھتا ہے۔

نماز کے بعد میں صلوۃ وسلام نہیں پڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ مسجد کے ایک رئیس نے آکر کہا کہ تم صلوۃ وسلام کیوں نہیں پڑھتے ؟اس سے کچھ بحث و تکرار ہوئی، مجھ سے کہنے لگا کہ میں فتویٰ لے کر آؤں گا۔ چنانچہ وہ فتوی لے کر آیا کہ ”جو صلاۃ وسلام کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں ہے“۔ میں نے کہا کہ یہ فتویٰ تو تم میرے حق میں لائے ہو۔ میں نے کب صلاۃ وسلام کا انکار کیا، میں تو کہتا ہوں کہ جو انکار کرے وہ بڑا کافر ہے۔ بہر حال بہت شور ہنگامہ ہوا لیکن میں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور بدستور امامت کرتا رہا، بالآخر اللہ پاک نے میری مدد فرمائی۔

نوٹ (لی مارکیٹ کی اس مسجد میں لوگ پہلے نماز پڑھنے بھی نہیں آتے تھے۔ اس کے قریب سارے محلے کا کچرا پھینکا جاتا تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ حضرت کی محنتوں کی برکت سے اللہ پاک نے اس جگہ کو اکابر، مشائخ اور اہل اللہ کا مرکز بنادیا۔ پورے علاقے کے لوگ اس طرف متوجہ ہوگئے۔ ایک ایک جلسے میں لاکھوں افراد بھی شریک ہونے لگے۔ اور یہاں ایک مدرسہ اور خانقاہ بھی وجود میں آگئی)۔ از خادم

مدرسہ دار الخیر (گلستان جوہر) کی تعمیر

بکرا پیڑی کے مدرسے میں طلبہ کی تعداد کافی زیادہ ہوگئی اور جگہ کی بھی تنگی ہوگئی۔ میں نے کوئی دوسری جگہ تلاش کرنا شروع کردی۔ مختلف جگہیں ملتی رہیں۔ لیکن میں مطمئن نہیں تھا۔ آخر میں ایک کمشنر نے مجھے گلستان جوہر کی جگہ بتائی، کہا کہ یہ پلاٹ مسجد و مدرسے کے لیے ہے، کم قیمت پر آپ کو مل جائے گا۔ میرے پاس اس وقت اتنی رقم نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے چند دنوں میں اس کا بندوبست کردیا۔ میں نے نقشہ بنوالیا اور وہ نقشہ منظور ہوگیا۔ مجھے تعمیر کی اجازت مل گئی۔ میرے پاس صرف سیمنٹ کا ایک ٹرک تھا۔ مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ عصر کے بعد ہم دونوں چائے پینے کے لیے بیٹھے۔ مختصر دعا کی۔ اگلے دن یحییٰ نامی ایک شخص آیا۔ اللہ اس کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس نے مسجد کی تعمیر شروع کروا دی۔ کام ہوتا رہا کہ ایک دن ایک شخص مجھ سے ملنے آیا۔ ملاقات ہوئی تو کہنے لگا کہ ”میں پوری مسجد و مدرسہ کی تعمیر کرواؤں گا۔ میں آپ کو ہر ہفتے پیسے بھیجوں گا آپ اپنی زیر نگرانی تعمیر کرواتے رہیے گا“۔ اس طرح اللہ تعالیٰ

نے تعمیر مکمل کروادی۔ میری جان پہچان بہت تھی، لیکن کبھی کسی کے آگے جھولی نہیں پھیلائی۔

جمعیت علماے اسلام

مدرسہ مظہر العلوم کے متعلق گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ یہ تاریخی اعتبار سے مجاہدین اور قائدین کا مرکز رہا ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر یہاں تشریف لاتے اور قیام فرماتے۔ وہاں کے لوگوں میں یہ مقولہ مشہور تھا کہ "کھڈا توحید کا اڈہ"، اسی طرح حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ تدریس میں حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت غلام غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبد اللہ درخواستی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر نے بھی اس جگہ کو سندھ کا مرکز بنایا تھا۔

اس دور میں سندھ کے علاقے میں جمعیت علماے اسلام متعارف نہ تھی اور لوگ دیوبندیت سے بھی ناآشنا تھے۔ چنانچہ سندھ میں جمعیت علماے اسلام کی قیادت کے لیے اکابر علماء نے آپ کو چنا۔ آپ اپنی علمی اور اصلاحی مصروفیات کی بنا پر معذرت پیش کرتے رہے۔ لیکن اکابر کی خواہش پر آپ نے باقاعدہ جمعیت میں شرکت فرمائی اور مذہبی سیاست کا آغاز فرمایا۔ حضرت نے علمی اور اصلاحی مصروفیات کے باوجود سندھ بھر میں اپنا کام جاری رکھا۔ آپ راتوں رات سکھر، نواب شاہ، حیدرآباد اور ان کے اطراف جاکر جلسے کرتے اور صبح اپنے مدرسے واپس تشریف لاتے جہاں طلبۂ دورۂ حدیث کو درس حدیث دیتے۔ سندھ وغیرہ میں لوگوں کا انتخاب کرتے، عہدے دار بناتے اور دفاتر بناتے۔ یوں آپ کے دن رات کی سالوں سال کی محنت اور کوشش سے جمعیت علماے اسلام پورے سندھ میں متعارف ہوگئی اور علماے کرام کی اکثریت جو پہلے جمعیت سے ناواقف تھی یا دوسری جماعتوں میں شامل تھی وہ بھی آہستہ آہستہ جمعیت میں شامل ہوگئی۔ یوں اللہ کی مدد و نصرت سے، دن رات محنت کر کے جمعیت کو سندھ کی گلی گلی میں متعارف کروایا۔

ایک مرتبہ بندے سے حضرت نے فرمایا کہ میں نے جمعیت کے قیام کے لیے بے انتہا محنت کی ہے۔ ہاتھ میں عصا لے کر گلی گلی گھوما ہوں۔ لوگوں کی طرح طرح کی باتیں اور گالیاں سنی ہیں۔ مجھ پر لوگوں نے پتھر بھی برسائے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جوانی کا دور تھا، میں فجر سے پہلے وضو کر کے سکھر کے لیے روانہ ہوتا اور کئی مرتبہ عشا کے بعد سکھر سے واپس کراچی آکر وضو کرتا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت علماے اسلام کا جلسہ کراچی میں رکھا۔ یہ وہ دور تھا جب کوئی ہوٹل کوئی مسجد یا مدرسہ جمعیت کے لوگوں کو جگہ دینے کے لیے تیار نہ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ ''میں نے بنوری ٹاؤن میں پہلے جلسہ رکھنا چاہا مگر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ میرے مدرسے کو سیاست سے دور رکھیں۔ لہذا بالآخر حضرت نے بکرا پیڑی میں اپنی مسجد میں جلسے کا انعقاد فرمایا اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی۔ جب مفتی صاحب کراچی تشریف لائے تو حضرت صاحب تقریبًا ۸۰ ٹرکوں کا قافلہ لے کر ان کے استقبال کے لیے کراچی ایئر پورٹ پہنچے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور ایک بڑے عظیم الشان مجمع سے خطاب فرمایا۔ لوگوں کا جم غفیر تھا۔ ایک طرف مسجد سے لے کر ''لی مارکیٹ'' تک تو دوسری طرف مسجد سے لے کر دھوبی گھاٹ تک انسانوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ اس کے بعد آرام باغ میں بھی ایک تاریخی جلسہ منعقد کیا گیا۔

فرمایا حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سوات تشریف لائے۔ سوات اور آس پاس کے علاقوں، کوہستان وغیرہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی شہرت تھی۔ انہی دنوں سوات میں جمعیت علماے اسلام کی طرف سے بھی جلسہ رکھا گیا تھا، جس میں مجھے بھی مدعو کیا گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے تقریبًا تمام علماء تشریف لائے ہیں، تو میں نے حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت غلام غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ آپ حضرات، حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے تشریف لائیں۔ چنانچہ یہ حضرات تشریف لائے اور حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں تشریف فرما ہوئے۔ کوہستان کے علماء نے یہ دیکھا تو سمجھے کہ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمعیت سے تعلق رکھتے ہیں، لہذا تمام علماء نے متفقہ فیصلہ کیا کہ ہم سب جمعیت ہی کو ووٹ دیں گے۔

اس وقت مولانا عبد الباقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمعیت کی طرف سے نمائندہ مقرر کیے گئے تھے۔ پورے کوہستان میں، خاص طور پر علماء نے ان ہی کو ووٹ دیے اور یہ فتوی بھی دیا کہ جس نے جمعیت کو ووٹ نہ دیا اس کی بیوی کو طلاق ہے۔ یوں مولانا عبد الباقی صاحب بغیر مقابلے کے جیت گئے۔ یہ دور جمعیت علماے اسلام کے پھلنے پھولنے کا عظیم اور یادگار دور تھا۔ گلی گلی جلسے جلوس، طلبہ کی ریلیاں، علماء کے پروقار سیمینار ہوتے

تھے۔ پہلی مرتبہ ایک ممتاز اور جید عالم دین حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ صوبہ سرحد کے وزیر اعلی بنے۔ بدقسمتی سے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کچھ اختلافات ہوگئے، جس کی بنا پر جمعیت پر منفی اثرات مرتب ہوئے اور سندھ کا حلقہ الگ ہوگیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اصولی طور پر حضرت ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی تائید کی اور ان کی حمایت فرمائی۔ پھر بعد میں حضرت صاحب نے رفتہ رفتہ جمعیت سے علیحدگی اختیار فرمالی اور علمی اور اصلاحی مصروفیات میں منہمک ہوگئے۔

فرمایا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے ظرف کے مالک تھے۔ میں ان سے سخت ناراض تھا۔ بنوری ٹاؤن میں ایک اجلاس میں وہ تشریف لائے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ اجلاس ختم ہوا اور میں جانے لگا تو مجھ سے فرمایا کہ ''آپ کو معلوم ہے کہ میں کھانے میں کیا کھاتا ہوں؟ آج رات کا کھانا آپ کے ہاں ہوگا، میں سمجھا کہ یہ تشریف نہیں لائیں گے۔ مغرب کی نماز کا سلام پھیرتے ہی میں نے دیکھا کہ حضرت مفتی صاحب، مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسجد میں موجود ہیں اور دیگر کئی علماء بھی ساتھ تشریف لائے ہیں۔ میں نے جلدی جلدی ان کے لیے سبزی کا سالن تیار کروایا۔ یہ ان کی اعلیٰ ظرفی تھی۔

سوادِ اعظم کا قیام

فرمایا بنوری ٹاؤن کے پیچھے ایک رافضیوں کی جگہ ہے، اس میں رافضیوں نے علمائے کرام کے خلاف سخت جملے استعمال کیے اور چند حضرات کے نام لیے کہ ان کا سر چاہیے، جو ان کا سر لائے گا اس کو بھاری انعامات دیے جائیں گے، اس کے ردعمل میں بکرا پیڑی میں ایک اجلاس بلایا گیا، جس میں مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مفتی احمد الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بھی موجود تھے۔ اس خطرے سے نمٹنے کے لیے تجاویز دی گئیں۔ آخر میں یہ طے ہوا کہ ان کی مخالفت میں ایک جماعت بنائی جائے۔ چنانچہ ''سوادِ اعظم'' کی بنیاد رکھی گئی۔ مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو صدر بنایا گیا۔ مفتی احمد الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نائب صدر بنے اور مجھے ناظم اعلی بنایا گیا۔ کچھ دنوں بعد رافضیوں نے گودھرا کالونی میں ایک مسجد کو جلایا اور وہاں کے مسلمانوں کو طرح طرح سے تکالیف دیں۔ قرآن مجید بھی جلائے گئے۔ یہ بات وہاں کے رہنے والے مسلمانوں کے لیے ناقابل

برداشت ہوگئی۔ وہ مختلف جگہوں پر گئے اور ذمے دار حضرات سے اس بارے میں باتیں کیں، لیکن کسی نے ان کی امداد نہ فرمائی بالآخر ہوہ سوادِ اعظم کے بانیوں کے پاس آئے۔ انھوں نے اس مسئلے کے حل کے لیے اپنی کوششیں شروع کردیں۔

میں مفتی احمد الرحمن صاحب کے پاس گیا، انھیں سارا واقعہ سنایا، پھر مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقاتیں کیں اور اس مسئلے پر گفتگو ہوئی۔ تمام علماء نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ میٹنگ بلائی جائے اور علماء کو مدعو کیا جائے۔ اس مسئلے پر بات ہونی چاہیے۔ بکرا پیڑی میں یہ میٹنگ طے پائی۔ کئی علمائے کرام تشریف لائے۔

طے یہ ہوا کہ گودھرا کالونی میں جلسہ رکھتے ہیں اور جلسے میں اپنے مطالبات پیش کریں گے۔ یہ مشورہ بھی ہوا کہ کچھ علماء پہلے گودھرا چلے جائیں اور اور باقی بدری صحابہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ۳۱۳ کفن پوش جوانوں کے ساتھ جلوس کی شکل میں نکلیں۔ میں نے اعلان کیا کہ ۳۱۳ کفن پوش نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ اللہ کی شان کہ مسجد کے اطراف سے تقریباً چھ ہزار لوگ غسل کرکے، کفن پہن کے آنکھوں میں سرمہ اور گلے میں پھولوں کا ہار ڈالے مقررہ وقت پر جمع ہوگئے۔ میں آگے آگے ننگے پاؤں چل رہا تھا اور لوگ میرے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔

چونکہ مارشل لا لگا تھا، فوج جگہ جگہ کھڑی تھی۔ لیکن انھوں نے بھی ایمانی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ ”ہمیں اپنا راستہ بتلادیں ہم آپ کی حفاظت کریں گے“ ایک عجیب منظر تھا جس جگہ سے گزرتے لوگ ہم پر پھول نچھاور کرتے، جس راستے سے گزرتے بوڑھے، بچے، نوجوان سب کے سب جلوس میں شریک ہوتے جاتے۔ لیاقت آباد کے پل پر مغرب کی نماز کا وقت ہوا اور ہم نے نماز ادا کی۔ لیاقت آباد کے تقریباً تمام نوجوان اس قافلے میں شریک ہوتے جاتے۔

اس شان و شوکت کے ساتھ ہم گودھرا پہنچے۔ وہاں پہلے سے تاحدِ نگاہ انسانوں کا مجمع موجود تھا۔ ہمارا عظیم الشان استقبال کیا گیا۔ ہم نے حکومت کے سامنے اپنے تین مطالبات رکھے اور ۷۲ گھنٹے کا الٹی میٹم دیا۔

(۱) جس مسجد کو رافضیوں نے جلایا ہے اس کے بدلے میں شیعوں کا امام باڑہ ہمارے حوالے کیا جائے۔

(۲) ایران کے سفیر کو بلوچستان کے راستے بحری جہاز میں ملک بدر کر دیا جائے۔ (۳) گودھرا کے مسلمانوں کا جو نقصان ہوا ہے اس کا معاوضہ ادا کیا جائے۔

جب بہتّر گھنٹے کا وقت پورا ہوا تو سوادِ اعظم کے دفتر میں چند حضرات موجود تھے کہ کمشنر کراچی کا فون آیا۔ ۱۵ منٹ کا وقت مانگا۔ ہم نے وقت دینے سے انکار کر دیا۔ بہر کیف تمام مطالبات فوراً تسلیم کر لیے گئے اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ رافضیوں کا امام باڑا سنیوں کے حوالے کیا گیا۔ (سوادِ اعظم کی تحریک کامیابی کے ساتھ اپنی منزل طے کر رہی تھی، لیکن چند ناقابل بیان وجوہات کی بنا پر تحریک ختم ہوگئی۔ از خادم)

ایامِ اسیری

سوادِ اعظم کے دور میں ۵۰۰ کے قریب علماء نے گرفتاری پیش کی۔ جیل میں مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امام بنایا گیا اور حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذمے تقریر کی خدمت لگائی گئی۔ چار مہینے ایک ہی آیت مبارکہ: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ پر تقریر فرمائی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں اس وقت جوان تھا، کوئی کتاب پاس نہیں تھی۔ اللہ کے فضل سے روزانہ سیرت کا نیا مضمون بیان کرتا تھا۔ ادھر آیت پاک کی تشریح مکمل ہوئی، ادھر ہماری رہائی کا آرڈر جاری ہوگیا۔

تحریکوں سے علیحدگی

حضرت فرماتے تھے کہ میں نے پہلے جو بھی کیا کسی مقصد کے لیے کیا۔ اب نہ وہ لوگ ہیں نہ مجھ میں وہ قوت ہے۔ جذبہ تو ہے لیکن کام کا وقت جوانی کا ہوتا ہے۔ سوادِ اعظم کی تحریک کے آخری دور میں علماء میں خانگی اختلافات پیدا ہوگئے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان احوال کو دیکھا تو بالآخر تمام تحریکوں سے کنارہ کشی اختیار فرمالی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے افراد کے ساتھ چلنا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مناسب نہ سمجھا لہٰذا خانقاہ، درس و تدریس کے امور میں تادمِ آخر مصروف رہے۔ البتہ کوئی شخص کسی بھی دینی جماعت کا اگر حاضرِ خدمت ہوتا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کی حوصلہ افزائی فرماتے اور اس کے حق میں دعا فرماتے۔ لیکن باضابطہ دوبارہ کسی تحریک میں شمولیت اختیار نہیں فرمائی۔

متفرق واقعات

گناہوں سے حفاظت کا غیبی نظام

فرمایا میں ایک مرتبہ ایک جگہ بیٹھا مطالعہ کر رہا تھا اچانک ایک نوجوان لڑکی میرے پاس آئی اس کے ہاتھ میں دف تھا، میرے قریب آکر دف بجانے لگی۔ اللہ تعالی نے مہربانی فرمائی میں نے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ بالآخر وہ بڑے غصے میں وہاں سے چلی گئی۔ ایک حکیم صاحب دور بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہنے لگے کہ یہ لڑکا شادی کے قابل نہیں ہے اگر اس کی شادی ہو بھی گئی تو اس کی اولاد نہیں ہوگی۔

فرمایا میں مظہر العلوم میں مدرس تھا۔ رمضان کا مہینہ آیا تو میں نے اعتکاف میں بیٹھنے کا ارادہ کیا، اعتکاف والے دن مغرب سے پہلے میں مسجد میں آیا تو مدرسے کا ایک نوجوان لڑکا خوب بن سنور کر میرے پاس آیا اور مجھے کہنے لگا کہ آپ تو صوفی بن رہے ہو، چھوڑو اعتکاف کو، میں نے اس کو سختی سے دھتکار دیا، اس کے بعد دوبارہ مجھے کبھی نظر نہ آیا اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے مجھے محفوظ رکھا۔

فرمایا میرا بڑا بھائی مجھے بچپن میں ایک مرتبہ زبردستی گانے کی محفل میں لے گیا۔ میں نے بہت منع کیا لیکن چونکہ چھوٹا تھا لہذا اس کے ساتھ چلا گیا۔ میرے بھائی کے لیے لوگوں نے ایک تخت نما بستر رکھا تھا۔ میرے لیے بھی ایک بستر لایا گیا۔ میں جیسے ہی بستر پر بیٹھا میری آنکھ لگ گئی۔ پوری رات گانے کی محفل چلی، میں سوتا رہا۔ صبح سورج کی تپش سے میری آنکھ کھلی۔ میں نے دیکھا کہ میں اکیلا وہاں پر ہوں، سب لوگ واپس جا چکے ہیں۔ مجھے کسی نے بعد میں بتایا کہ پوری رات یہاں ایسا شور و ہنگامہ ہوا کہ پورے گاؤں کو انھوں نے سر پر اٹھایا تھا۔ مجھے اس کے متعلق ذرا بھی پتا نہ چلا۔

فرمایا بچپن میں ایک مرتبہ میں نے اور ایک اور ساتھی نے ایک مرغی چرائی۔ پہاڑ کے دامن میں جا کر اس کو ذبح کیا اور آگ پر پکنے کے لیے رکھا۔ تھوڑی دیر بعد دھماکوں کی آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ ہم نے دیکھا تو اوپر سے ایک چٹان ٹوٹ کر ہم پر گر رہی تھی۔ ہم نے اپنی جان بچائی اور وہ پتھر مرغی پر آگرا۔ میں نے عزم کر لیا آئندہ ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا۔

مولانا عبد الحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا واقعہ

فرمایا میرے ایک درسی ساتھی تھے مولانا عبد الحلیم صاحب پٹن والے رحمۃ اللہ علیہ، بہت نیک انسان تھے۔ ”سلم العلوم“ میں نے ان سے پڑھی۔ باقی کتابوں میں ہم ساتھی تھے۔ دورۂ حدیث کے سال انھوں نے پورا قرآن پاک حفظ کیا۔ یہ بہت بڑے عالم تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی اہلیہ نے ان کو غسل دیا۔ اللہ کی شان ہے کہ انھوں نے اپنی شلوار کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا، اہلیہ نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح سے اس کو کھولیں مگر نہ کھول سکیں۔ چنانچہ اسی طرح شلوار سمیت ان کو غسل دے دیا۔

پہلی مرتبہ ساؤتھ افریقہ کا سفر اور نصرتِ الٰہی

فرمایا میں جب پہلی مرتبہ ساؤتھ افریقہ گیا تو وہاں میرا کوئی جاننے والا نہ تھا۔ مجھے ایک جگہ بنوری ٹاؤن کے ایک طالبِ علم نے دیکھا، وہ مجھے پہچان گیا تو اس نے ”بنونی“ کے ایک صاحب سے میری ملاقات کروائی۔ انھوں نے کہا کہ آپ کو جہاں جانا ہوگا میں گاڑی میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ ساؤتھ افریقہ کے ہوٹلوں پر عموماً صاف کھانا نہیں ملتا، رات کا وقت تھا، مجھے بھوک شدید لگی تھی، اللہ اس کو جزائے خیر دے وہ مجھے اپنے ساتھ گھر لے گیا اور اس کی ہمشیرہ نے میرے لیے بریانی تیار کی، میں نے خوب کھائی۔ اب رات گزارنے کی میرے پاس کوئی جگہ نہ تھی۔ ایک ہوٹل میں ۲۰۰ روپے پر کمرہ ملا۔ جب میں وہاں گیا تو ایک ہوٹل میں کام کرنے والی خاتون آئی اور مجھ سے کچھ سوالات کیے۔ پھر کہنے لگی کہ ”میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں، مجھے کلمہ پڑھا دیجیے“۔ میں نے اس سے کہا کہ اتنی جلدی کیا ہے، اطمینان سے سوچ لو تو کہنے لگی کہ ”سوچنا کیا ہے آپ مجھے ابھی کلمہ پڑھا دیں“ الحمدللہ وہ خاتون مسلمان ہوگئی اور وہاں سے چلی گئی۔

اگلے روز صبح ”بنونی“ کے ساتھی آئے اور مجھ سے کہا کہ میری گاڑی چوری ہو چکی ہے۔ اللہ جانے کیا حقیقت تھی، خیر ہم وہاں سے ایک مسجد کی جانب آئے۔ وہاں مسجد میں میں نماز ادا کر رہا تھا۔ نماز کے بعد ایک شخص میرے قریب آیا اور بڑے تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ تعارف کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے پھر کہا کہ نہیں! آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ کہاں سے تشریف لائے

ہیں؟"میں نے ان کو اپنا تعارف کروایا تو ان کے ایک اور ساتھی وہاں پر موجود تھے، سید فخر الدین ابراہیم صاحب، وہ بڑی محبت سے مجھ سے آکر ملے اور کہنے لگے کہ ہم نے آپ کا تذکرہ سنا تھا اللہ کا شکر ہے کہ آپ کی زیارت ہوگئی۔

انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کی رہائش کس جگہ ہے؟ میں نے بتایا کہ ایک ہوٹل میں رہائش ہے۔ کہنے لگے کہ "آپ ہوٹل میں نہیں رہیں گے، اب آپ کی رہائش میرے گھر پر ہوگی"، چنانچہ مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے، وہ بڑے مالدار تھے، اللہ نے ان کو بہت نوازا تھا، انھوں نے میرا بہت اکرام کیا۔ اگلے روز انھوں نے مجھ سے کہا کہ یہاں سے تھوڑی دور ایک علاقہ ہے، وہاں ایک بڑے بزرگ رہتے ہیں۔ آپ کو ان سے ملاقات کے لیے لے کر جانا ہے۔ میں نے کہا کہ ملاقات کر کے کیا کروں گا؟ تو کہنے لگے کہ نہیں نہیں! بہت بڑے اللہ والے ہیں، آپ کی ملاقات کروانی ہے۔

مولانا جمال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ

چنانچہ اگلے روز ڈربن سے باہر ورلم کے علاقے میں ہم گئے، وہاں ایک اونچی جگہ پر چھوٹا سا گھر بنا ہوا تھا۔ اس میں ہم داخل ہوئے، اندھیرے میں، ایک چھوٹے سے کمرے میں کوئی بزرگ ہاتھ میں تسبیح لیے اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ جیسے ہی میں کمرے میں داخل ہوا، انھوں نے کہا کہ "آپ تشریف لے آئے! آپ میرے شیخ ہیں، مجھے بیعت فرمالیں۔ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا ہے، آپ ہی میرے شیخ ہیں۔ میں نے انکار کیا مگر وہ نہ مانے اور مجھ سے بیعت ہوگئے۔ اس سے پہلے کسی کو یہ معلوم بھی نہ تھا کہ میں بیعت کرتا ہوں۔ انھوں نے مجھ سے بیعت کی پھر سید صاحب نے بھی مجھ سے بیعت کر لی۔ اس طرح وہاں یہ سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔ چونکہ مولانا جمال صاحب بڑے مقبول بزرگ تھے لہٰذا لوگوں نے ان کو دیکھ کر مجھ سے بیعت ہونا شروع کر دیا۔

جنگل کے بادشاہ کا اسلام قبول کرنا

پھر دوبارہ میں ساؤتھ افریقہ گیا۔ سید فخر الدین صاحب نے مجھ سے کہا کہ رات ایک جگہ ہمارے دوست کی شادی ہے، ہم آپ کو وہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ نکاح کوئی اور پڑھا رہا ہے البتہ آپ دعا میں شریک ہوجائیں تو ہماری سعادت ہوگی۔ ان کے کہنے پر میں ان کے ساتھ شادی میں چلا گیا۔ یہ "بیکر" خاندان کے لوگ تھے،

اس شادی کے بعد سب کے سب مجھ سے بیعت ہو گئے۔

پھر ایک مرتبہ عبدل صاحب (جو بیکر خاندان کے ہیں اور میرے بڑے قریبی عزیز ساتھی ہیں) انھوں نے مجھ سے عرض کی کہ یہاں ایک جگہ پر غیر مسلم آباد ہیں، آج ہم وہاں چلیں گے۔ وہ دور جنگلات میں ایک جگہ مجھے لے گئے۔ اللہ کی شان کہ وہاں کالوں کا ایک بادشاہ تھا، اس نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور مجھ سے بیعت ہو گیا۔ اس کی وجہ سے پورے علاقے کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ وہاں ایک بڑی مسجد اور مدرسہ "دارالخیر" کے نام سے بھی تعمیر ہوا۔ تین سو سے زائد بچے قرآن پاک سیکھنے کے لیے وہاں آئے۔ اور الحمد اللہ یہ سلسلہ وہاں اللہ نے جاری کروادیا۔ یہ سب در حقیقت اللہ ہی کا کام ہوتا ہے۔ بندہ تو صرف ذریعہ اور سبب ہوتا ہے۔ اس میں انسان کا کوئی ذاتی کمال نہیں ہوتا۔ اللہ کی شان ہے جس سے چاہے جس طرح چاہے کام لے لے۔

ایک نابینا فقیر

ہمارے گاؤں میں ایک مرتبہ ایک نابینا فقیر آیا۔ اس نے بزرگوں جیسا حلیہ بنا رکھا تھا۔ نماز کے بعد وہ مسجد کے کونے میں بیٹھ گیا۔ لوگ اس کے پاس آتے، وہ کسی کو وظیفہ دیتا، کسی کو دعا دیتا۔ لوگ جاتے ہوئے اس کو پیسے دے جاتے۔

میں اس کے پاس گیا اور کہا کہ آپ کے پاس مالداری کا وظیفہ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، بالکل ہے۔ میں چونکہ کم عمر تھا، مجھے شرارت سوجھی، میں نے کہا کہ جب آپ کے پاس ایسا وظیفہ ہے تو خود کیوں نہیں پڑھتے؟ یہ سنتے ہی وہ غصے میں اٹھا اور میرے پیچھے بھاگا۔ میں بھی وہاں سے جان بچا کر نکل گیا۔

قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر

مجھے قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت تھی۔ ان کی تقریر غور سے سنتا تھا۔ علم کا سمندر تھے۔ پہلی مرتبہ میں نے ان کو یہاں تشریف آوری کی دعوت دی۔ صدر میں میمن مسجد کے سامنے جلسہ رکھا گیا۔ چونکہ وہ بدعتیوں کا گڑھ تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ جھگڑا ہو گا۔ ہم بھی خوب تیاری کر کے گئے تھے۔ عشا کے بعد قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر تھی۔ جلسہ گاہ کے اردگرد لوگ تیار تھے۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسٹیج پر تشریف فرما ہوئے "كُلَّ يَوْمٍ هُوَ

فِي شَانٍ" تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا ایک رات بیدار ہوئیں، دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارک میں موجود نہیں۔ فرماتی ہیں کہ میرے دل میں آئی آیا کہ کسی دوسری زوجہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کو تلاش کرنے نکلی۔ دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقیع کے پاس دعا میں مشغول ہیں۔ آور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہیں۔ اس پر امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "إِنَّکَ لَفِي شَانٍ و إِنَّنا لَفِي شَانٍ" اللہ کی شان کہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب شان مبارکہ پر بیان کرنا شروع کیا تو فجر کی اذان تک تقریر چلتی رہی، جو جہاں کھڑا تھا وہیں کا وہیں کھڑا رہا، جلسے کے بعد پورا ماحول ہی بدل گیا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات

فرمایا ایک رات میں آرام کر رہا تھا۔ میری بیٹی جو اس وقت چھوٹی تھی آئی اور مجھ سے کہا کہ باہر دروازہ پر کوئی درویش آیا ہے۔ میں جب باہر گیا تو دیکھا کہ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں۔ میں بڑا حیران ہوا کہ رات کو اس وقت اچانک کیسے تشریف لے آئے۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ "حضرت جی! میں نے سوچا آپ سے آخری ملاقات کر لوں، دوبارہ شاید ملاقات نہ ہو سکے"۔

حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ واقعی بہت سادہ انسان تھے، ایک مرتبہ فجر کے لیے میں مسجد گیا۔ دیکھا تو کونے میں کوئی خاتون چادر اوڑھے بیٹھی ہے۔ میں حیران ہوا کہ مسجد میں عورت کیوں آگئی؟ جب قریب گیا تو حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے کہ حضرت! میں نے کپڑے دھوئے تھے، سکھانے کے لیے ٹانگے ہیں، چادر پہن کر نماز کے لیے آگیا۔

مولانا حافظ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ ظرفی

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے اچھے انسان تھے۔ رات بھر نماز میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ ایک مرتبہ میں مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھا تھا۔ جب جانے لگا تو دیکھا کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے پیچھے بیٹھے میرا انتظار کر رہے تھے۔ ملاقات فرمائی، پھر مجھ سے پوچھا کہ میری رہائش کہاں ہے؟، میں نے بتایا کہ فندق مینار میں، تو میرے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو حضرت اپنے عصا کو پکڑ کر کھڑے ہوگئے۔

میں نے پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا میں تو صرف آپ کو پہنچانے آیا تھا، میری رہائش تو یہاں سے بہت دور ہے۔

قاضی احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے زبردست مقرر تھے۔ کراچی میں ایک جگہ ان کی تقریر تھی۔ میں اس وقت بالکل جوان تھا۔ سر پر رومال رکھا ہوتا۔ تقریر سننے پہنچ گیا۔ مجمع کے آخر میں کھڑے ہو کر تقریر سنی۔ تقریر کے بعد لوگوں نے ان سے مصافحہ کیا۔ میں بھی گیا قاضی صاحب نے مجھے پیشانی پر بوسہ دیا اور سینے سے لگا لیا۔ اس پر مجھے وجد آ گیا۔

مدرسے کی امداد کے لیے جانا

میں کبھی کسی مدرسے کے لیے چندہ لینے نہیں گیا۔ ایک مرتبہ شروع شروع میں ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ ایک مال دار شخص ہے وہ مدرسے کی امداد کرے گا۔ زبردستی مجھے لے گیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو اس شخص نے علماء کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرنا شروع کر دیے۔ یہ دیکھ کر مجھے برا لگا۔ میں اٹھا اور کہا کہ علماء کی شان میں ذرا سی بھی توہین برداشت نہیں کروں گا۔ پھر جو دل میں آیا اس کو کہا اور وہاں سے واپس آ گیا۔ اس کے بعد کبھی دوبارہ کسی کے پاس نہیں گیا۔

گھر ملنے کا واقعہ

فرمایا جس وقت میں جیل میں تھا۔ میری اہلیہ ایک دن ملنے کے لیے آئیں۔ کہنے لگیں کہ ہمارے گھر میں آگ لگ گئی تھی۔ پورا گھر جل گیا تھا۔ ایک عورت آئی اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کو ہدیے میں ایک بنگلہ دینا چاہتی ہوں۔ آپ کے شناختی کارڈ کی ضرورت ہو گی۔ بعد میں انھوں نے ہزار گز کا ایک بنگلہ ہمیں ہدیہ کر دیا۔ کچھ لوگوں کو جب اس کا علم ہوا تو وہ مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ شیخ الحدیث صاحب بِک گئے۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہنسنے لگے اور فرمایا کہ جس نے حضرت کو ہدیہ دیا وہ پہلے میرے پاس آیا تھا۔ میں نے ہی اسے ہدیے کی اجازت دی تھی۔

زندگی کی پہلی تقریر

فرمایا ہمارے علاقے میں ایک شخص باہر سے آکر تقریر کرتا تھا۔ ہمارے علاقے والوں میں کسی کو تقریر نہیں آتی تھی۔ میں کم عمر تھا، لیکن کتابیں پڑھ رہا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ علاقے والوں نے مجھ سے کہا کہ آج عصر کے بعد اس کی تقریر سے پہلے آپ کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دیں۔ میں نے بہت منع کیا، مگر بالآخر مجبوراً عصر پڑھتے ہی تقریر کے لیے کھڑا ہو گیا۔ تقریر سے قبل شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی ست　　شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

ترجمہ: یہ گمان نہ کرنا کہ جنگل خالی ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں کوئی شیر سویا ہو۔

میں کم عمر تھا نادانی میں ایسا شعر پڑھ گیا۔

مطالعہ جاری ہونا

فرمایا میں "ہدایہ اولین" کا مطالعہ زیادہ کرتا تھا کیونکہ عبارت بھی استاد کے سامنے پڑھتا تھا۔ خوب مطالعہ کر کے جاتا تھا۔ ایک دن ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ "والئ سوات کی اہلیہ بڑی سخی خاتون ہیں۔ لالٹین کے لیے تیل ختم ہو گیا ہے۔ تم ساتھ چلو ان سے تیل لے کر آتے ہیں"۔ غربت کا دور تھا، کتابوں کے نسخے بھی سب طالبِ علموں کے پاس نہیں ہوتے تھے۔ ایک کتاب کو کئی کئی طلبہ دیکھتے۔ چونکہ میرے مطالعے کا وقت تھا، میں نے جانے سے انکار کر دیا۔ ساتھیوں نے کہا کہ ہم جا کر گھاسلیٹ لائیں گے پھر آپ کو چراغ کی روشنی میں نہیں پڑھنے دیں گے۔ میں نے ان کی بات کی پرواہ نہیں کی اور اپنا مطالعہ شروع کر دیا۔ "ہدایہ" میں یہ جگہ دیکھ رہا تھا کہ نماز کے لیے وقت سبب ہے، کل وقت سبب ہے، اول وقت سبب ہے یا آخری وقت سبب ہے۔ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بڑی مفید بحث فرمائی ہے۔ یہ بحث چونکہ بہت مشکل ہے لہذا بڑی محنت اور توجہ کرنی پڑی۔ جب میں بالکل تھک گیا تو اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا کہ گزشتہ سبق اور یہ سبق ایک جیسے ہو گئے ہیں۔ سبق میں کسی قسم کا کوئی شبہہ نہ رہا۔ میں سمجھ گیا کہ مطالعہ جاری ہونا اسی کو کہتے ہیں۔

اللہ کی شان تھوڑی دیر بعد موذن نے مجھے باہر بلایا اور مجھ سے کہنے لگا کہ والئ سوات کے گھر سے کوئی خاتون آئی تھی اور کچھ رقم طلبہ کے لیے دے گئی ہے۔ اس نے وہ ساری رقم میرے حوالے کر دی، جب طلبہ

واپس آئے تو مجھ سے کہنے لگے کہ ہم گئے، مگر وہاں کچھ بھی نہ ملا، خالی ہاتھ واپس آئے ہیں۔ پھر وہ رقم میں نے طلبہ کے ساتھ بانٹ لی۔ اللہ کی شان ہے کہ جب انسان دنیا سے مکمل منہ موڑ لیتا ہے تو اللہ رب العزت اس کی مدد فرماتے ہیں۔ اس بات کا مشاہدہ میں نے زندگی میں بارہا کیا۔

خواب میں دیدارِ الٰہی

فرمایا میں نے بچپن میں خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اس وقت مجھے اپنی عمر صحیح یاد نہیں۔ میری عمر بہت کم تھی۔ اس کے بعد سے میرے دل میں علم کا شوق پیدا ہوا۔

خانۂ کعبہ میں داخلہ

پہلے زمانے کے لوگ بڑے اچھے تھے۔ میرا ایک کام تھا، میں نے شاہ فہد کو فون کیا، اس نے مجھ سے کہا کہ ان شاء اللہ آئندہ آپ کو شکایت نہیں ہوگی۔ ایک مرتبہ مجھے شاہ فہد نے مکہ مکرمہ میں دعوت بھی دی۔ اور مجھے خانۂ کعبہ کے اندر داخل ہونے کی اجازت بھی دی گئی۔ اب میں حیران ہوں کہ میں کس طرح وہاں تک پہنچا اور اندر جا کر مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ میں نے نماز پڑھی یا نہیں پڑھی۔ اس وقت بڑی عجیب حالت تھی۔ مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔ پھر دوبارہ رابطہ اسلامی والوں نے بھی مجھے دعوت دی۔ شاید دوبارہ میں خانۂ کعبہ میں گیا۔ اب مجھے کچھ یاد نہیں۔

سلسلۂ قادریہ کا ایک درویش

میرے پاس سرحد سے سلسلۂ قادریہ کے ایک درویش اکثر آیا کرتے تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میں سخت بیمار تھا۔ رات کو میرے نفس نے بڑا زور لگایا کہ بیمار ہو، سو جاؤ، عبادت نہ کرو، مگر میں نے اپنا معمول نہ چھوڑا۔ فجر کی نماز کے بعد پھر نفس نے بڑا زور لگایا مگر میں سخت بخار کے باوجود بیٹھا رہا اور نفس سے کہا کہ جتنا بھی زور لگا لے تیری نہیں مانوں گا۔ اسی حال میں میری آنکھ لگ گئی۔ حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ظالم! اللہ کو اپنی طاقت دکھاتا ہے۔ یہ سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ پورا جسم پسینے میں شرابور تھا اور بخار جا چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے خصوصی حفاظت

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تقریباً ۷ سال تھی کہ ایک مرتبہ اپنے چچا کے گھر قیام فرمایا۔ شام کو آپ کہیں باہر تھے کہ اچانک گھر میں آگ لگ گئی، گھر کا سارا ساز و سامان جل گیا لیکن حیران کن طور پر جس صندوق میں آپ کا سامان اور کتابیں تھیں وہ بالکل محفوظ رہا۔ آپ کے چچا نے جب یہ دیکھا تو فرمایا کہ اس بچے کی مستقبل میں بڑی شان ہوگی۔

فرمایا میں ''نیروبی'' میں تھا۔ ایک چودھری صاحب میرے ساتھی تھے، ان کے ہاں میری رہائش تھی۔ ایک رات میں اٹھا اور وضو کے لیے باہر گیا۔ گھر میں غسل خانہ موجود تھا مگر میں گھر سے باہر دوسری جگہ غسل خانے کی طرف گیا۔ میں مسواک کر رہا تھا کہ اچانک سامنے سے بیل جتنے دو بڑے بڑے کتے آئے۔ ایک میرے پیچھے کمر کی طرف کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا، دوسرا میرے منہ کے سامنے کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں مسواک کرتا رہا اور یہی سوچ رہا تھا کہ بس آج خیر نہیں ہے۔ مگر میں نے گھبراہٹ کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ مسواک کرتا رہا اور زور زور سے کھنکھارتے ہوئے آگے غسل خانے کی طرف بڑھا۔ یہ دونوں کتے بھی میرے ساتھ ساتھ غسل خانے تک پہنچے۔ اب غسل خانے میں داخل کیسے ہوں؟ چنانچہ اسی طرح طرح زور زور سے کھانستا ہوا گھر کے دروازے کی طرف واپس آیا اور کتے بھی اسی طرح میرے کندھوں پر کھڑے چل رہے تھے۔ گھر آیا تو زور سے کھانسا۔ بالآخر دونوں کتے مجھ سے الگ ہو گئے۔ گھر میں داخل ہوا اور جلدی سے دروازہ بند کیا۔ صبح لوگوں کو پتا چلا تو سب لوگوں نے کہا کہ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ یہ کتے کبھی کسی کو نہیں چھوڑتے۔ الحمد للہ اللہ نے بچا لیا۔

فرمایا میں شاہ پور کے قریب ایک ہوٹل میں گیا۔ رات گزاری۔ صبح جب واپس گاڑی میں سوار ہوا۔ میرے ساتھ میرا بھائی تھا۔ (شروع میں بڑا مخالف تھا بعد میں مجھ سے بیعت ہو گیا) ڈرائیور کو خرید لیا گیا تھا۔ شاہ پور کے قریب ایک خطرناک چڑھائی پر جب گاڑی بلندی تک پہنچی تو ڈرائیور نے چھلانگ لگا دی اور گاڑی پیچھے جاتے ہوئے ایک گہری کھائی میں گر گئی۔ جب ذرا ہوش آیا تو ساتھیوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں آئیں۔ میرا جسم حرکت نہیں کر رہا تھا۔ میں نے بھائی کا پوچھا تو کسی نے کہا کہ اس نے چھلانگ لگا دی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ شہید ہو چکا

ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں وہاں سے کافی دیر بعد لوگوں نے اٹھایا۔ میرے دونوں ہاتھ اور ایک ٹانگ تقریباً تین جگہ سے ٹوٹ چکی تھی۔ سر اور پورے جسم پر متعدّد چوٹیں آئی تھیں۔ اسی حالت میں بس میں سوار کرا کے پنڈی پہنچایا گیا۔ جب میں وہاں ہسپتال پہنچا تو علاج کے لیے پیسے بھی نہ تھے۔ میری اہلیہ نے میرے والد کی زمین گروی رکھوادی اور پیسے لاکر میرا علاج کروایا۔

میرے پورے جسم پر پٹیاں باندھ دی گئیں۔ بڑی تکلیف میں تھا مگر ہسپتال میں زیر علاج رہنے کا خرچہ جیب میں نہ تھا۔ اسی حال میں ٹرین میں سوار ہو کر کراچی آیا۔ اعلی حکام نے رپورٹ درج کرانے کے لیے کہا۔ میں نے کہا کہ میں اپنا مقدمہ حاکم اعلی یعنی اللہ تعالی کی عدالت میں درج کراتا ہوں۔ ابھی مکمل صحت یابی نہیں ملی تھی کہ اللہ تعالی نے ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا۔ ڈرائیور کے گھر پر آسمانی بجلی گری۔ جس ہوٹل والے نے ڈرائیور کو خریدا تھا وہ اپنے پورے ہوٹل سمیت زمین میں دھنس گیا۔ قریب سے ایک بس گزر رہی تھی، جس میں سواروں نے ہمارا حال دیکھا، لیکن مدد نہ کی، بعد میں پتا چلا کہ تھوڑی ہی دور جا کر اس بس کا سخت ایکسیڈنٹ ہوا اور لوگ شدید زخمی ہو گئے۔

فرمایا ایک مرتبہ یوسف پلازہ کے پاس مجھے سیرت پر بیان کرنے کی دعوت دی گئی۔ میں نے دعوت قبول کرلی، جس دن بیان طے ہوا تھا اس دن مجھے سخت بخار آگیا۔ ظہر کے بعد اسباق پڑھا کر میں گھر آیا اور ارادہ تھا کہ بیان کے لیے نہیں جاؤں گا۔ عصر سے پہلے میزبان مجھے لینے کے لیے آگئے۔ میری اہلیہ نے مجھے بہت منع کیا مگر سیرت کے موضوع پر بات کرنی تھی اس لیے میں نہ مانا اور بیان کے لیے روانہ ہو گیا۔ جب وہاں پہنچا تو پتا چلا کہ میرا بیان سب سے آخر میں ہے۔ میں نے میزبان سے عرض کی کہ میری طبیعت ناساز ہے لہذا مجھے جلدی موقع دیا جائے۔ وہ ٹال مٹول کرتے رہے۔ میں نے مجبوراً زبردستی جلدی بیان کیا۔

اب بیان کے بعد میں واپس جانا چاہتا تھا، مگر وہ مجھے زبردستی روکنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نے انتظام کیا ہے، تھوڑا سا ٹھہر جائیں۔ بالآخر مجھے غصہ آگیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ جیسے ہی گاڑی میں بیٹھ کر ہم تھوڑی دور گئے، چاروں طرف سے لوگوں نے ہمیں گھیر لیا۔ سب کے ہاتھوں میں کلاشن کوف تھی۔ چاروں

طرف سے فائرنگ شروع کر دی ۔ میرے ساتھ گاڑی میں قاری عرفان اور ڈرائیور موجود تھے۔اللہ کی شان ان کی صرف ایک گولی ڈرائیور کے پاؤں پہ لگی۔باقی ہم میں سے کسی کو کوئی خراش تک نہ آئی۔گولیاں گاڑی پہ لگ کر پھسلتی چلی گئیں۔اس طرح اللہ نے ہماری جان بچا دی۔

ڈاکوؤں کا توبہ کرنا

فرمایالیاری کے اندر شیرو، دادل نام کے بڑے ڈاکو تھے۔ان کی بڑی دہشت تھی۔اللہ کی شان کے ان کا مجھ سے تعلق ہو گیا۔ہر جگہ مجھے اپنے ساتھ لے کر پھرنا شروع ہو گئے۔لوگ کہتے کہ مولوی ڈاکوؤں کے ساتھ گھوم رہا ہے۔اللہ خیر کرے، بعد میں وہ بہت دین دار ہو گئے۔قرآن پاک بھی پڑھنا شروع کر دیا اور بڑے دین دار ہو گئے۔

شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا بڑھاپے میں اکثر لوگوں کا حافظہ وغیرہ کمزور ہو جاتا ہے، لیکن اللہ تعالی نے "شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ" کو بڑا کمال عطا فرمایا تھا۔بڑی عمر کے تھے، نابینا تھے، میں ان کی مجلس میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔اس وقت کئی علماء موجود تھے۔میں نے سلام کیا تو فرمانے لگے کہ "محمد اسفندیار" فوراً مجھے پہچان گئے۔پھر مجھ سے پوچھنے لگے کہ "آپ یہاں کب تک مقیم ہیں؟" میں نے بتلایا تو فرمایا کہ آج رات کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں گے۔میں نے عذر کیا کہ حضرت دمام میں میرے رشتے دار ہیں۔کھانا ان کے پاس کھاؤں گا، فرمایا کہ نہیں نہیں، میرے ہاں ہی کھانا ہو گا۔چنانچہ رات کو میں ان کے رہائش گاہ پر حاضر ہوا۔بہت بڑی مجلس تھی۔قسم قسم کے کھانے موجود تھے۔میں ایک کونے میں بیٹھ گیا، کھانا کھایا، واپس جانے لگا اور یہ سوچ رہا تھا کہ اتنے مجمع میں ان سے ملاقات کیسے ممکن ہے؟ باہر دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ حضرت دروازہ کے ساتھ ہی کرسی پر تشریف فرما ہیں، لہٰذا ان سے میری ملاقات ہو گئی۔

شیخ در بابا رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کوہستان میں ایک بڑے بزرگ "شیخ در رحمۃ اللہ علیہ" تھے۔ان کے مریدین کا عجیب اندازِ ذکر تھا۔جب وہ ذکر کرتے تو پوری وادی ان کے ذکر سے گونجتی تھی۔ایک عجیب سماں ہوتا تھا۔میں بہت چھوٹا تھا، میرے والد

صاحب مجھے ان کے پاس لے جاتے تھے اور ان کی گود میں بٹھا دیتے تھے۔ وہ اپنا لعاب مبارک میرے منھ میں ڈالتے اور میں روتا رہتا۔ اب کہتا ہوں کہ کاش وہ اور زیادہ میرے منھ میں لعاب ڈال دیتے۔

غیبی نصرت

فرمایا ایک مرتبہ سیرت کے موضوع پر کچھ بدعتیوں نے مجھے بیان کے لیے دعوت دی۔ میں بیان کے لیے گیا۔ بیان کے بعد میں نے دیکھا کہ وہاں قوّال آئے ہیں۔ میں نے ان کو منع بھی کیا لیکن انھوں نے میری بات نہ مانی۔ کہنے لگے کہ یہاں اب قوالیاں ضرور ہوں گی۔ میں تو وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اگلے دن مجھے پتا چلا کہ آپس میں لوگوں کی جھڑپ ہوئی، بندوقیں نکل آئیں، کئی لوگ زخمی ہوئے، اور سارا پروگرام تہس نہس ہو گیا۔

بکراپیڑی میں میری مسجد کے سامنے ایک گھر میں قوالی کی محفل ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ انھوں نے قوالوں کو بلایا۔ میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ مسجد کا احترام کرو! یہاں یہ شور ہنگامہ بالکل غیر مناسب ہے۔ انھوں نے میری بات نہ مانی۔ اسی رات ان کے آپس میں جھڑپ ہوئی اور لوگوں نے ایک دوسرے کو خوب مارا۔ اس کے بعد دوبارہ کبھی وہ محفل منعقد نہ کی گئی۔

ایک جن کی حاضری

فرمایا ایک رات میں تنہائی میں وظیفہ پڑھ رہا تھا کہ اچانک ایک عجیب الخلقت چیز میرے سامنے آئی اور چیخ چیخ کے رونے لگی۔ میں بہر حال اپنا وظیفہ پڑھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چیز غائب ہو گئی۔

مدینہ سے ایک بزرگ کی تشریف آوری

فرمایا ایک مرتبہ عصر کی نماز کے بعد میں اپنے کمرے میں ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ مغرب کی اذان سے قبل باہر آیا تو دیکھا کہ تیزی سے ایک شخص آرہا ہے۔ دراز قد کا، لال رنگ کی داڑھی، بڑا چمکتا دمکتا چہرہ، ہاتھ میں لمبا عصا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ کہنے لگا کہ مدینہ منورہ سے آیا ہوں۔ نعمان کو دیکھنے آیا ہوں۔ میں جلدی سے مغرب پڑھا کر واپس آیا تو پتا چلا کہ وہ شخص میرے جانے کے بعد جا چکا تھا۔ اس کے بعد نہیں دکھا۔

خدمت کی برکت

ایک مرتبہ میں نے اعتکاف کا ارادہ کیا، میرے ایک ساتھی "مولانا عبدالحلیم صاحب پٹن والے" تھے۔ایک کتاب میں ان سے پڑھتا تھا، باقی کتابوں میں ہم درسی ساتھی تھے۔وہ بھی اس مسجد میں اعتکاف کے لیے آ گئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اگر آپ اعتکاف میں بیٹھیں گے تو آپ کے کھانے پینے کا بندوبست کون کرے گا؟ وہ کہنے لگے کہ کیا تم اس کے مکلف ہو؟ اپنے کام سے کام رکھو۔ میرے دل میں آیا کہ اعتکاف تو پھر ہو جائے گا۔اس مرتبہ ان کی خدمت کر لیتا ہوں۔ چنانچہ میں نے اعتکاف نہ کیا اور ان کے کھانے پینے وغیرہ کی خدمت سرانجام دی۔ واللہ مجھے اس میں جو فائدہ ہوا شاید پانچ، دس مرتبہ اعتکاف کے بعد بھی وہ فائدہ نہ ہوتا۔

مولانا سمیع الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کا واقعہ

مولانا سمیع الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کا واقعہ ہے کہ بندہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جنازے میں حاضر ہوا۔ جنازے کے بعد حضرت نے بندے کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ ابھی یہاں مولانا سیف اللہ خالد صاحب سے میری ملاقات ہوئی، ان کے ہاتھ میں عصا تھا۔ یہیں تشریف فرما تھے۔انھوں نے میری خیر خیریت دریافت کی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت فرمانے لگے کہ "مولانا شاید ان کا تو انتقال ہو چکا ہے"۔ بندے نے عرض کی کہ جی حضرت! ان کا تو کئی سالوں پہلے انتقال ہو گیا ہے۔ پھر پورے سفر میں حضرت بہت حیران رہے کہ جب انتقال ہو چکا ہے تو کیسے ملاقات ہوئی۔

بزرگانِ دین سے تعلق

۱. مار تونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ
۲. خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
۳. مولانا عبدالغفور صاحب شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ رحمۃ اللہ علیہ
۴. شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۵. شمس القمر بابا رحمۃ اللہ علیہ
۶. مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

۷. مولانا نذیر چکیسر رحمۃ اللہ علیہ

۸. مولانا عبد الحلیم (پٹن) رحمۃ اللہ علیہ

۹. مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۰. مولانا عبد اللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱. حافظ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۲. حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳. قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۴. مولانا عبد الغفور عباسی مدنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵. مولانا عبد الستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۶. مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

۱۷. خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۸. صوفی عبد الحمید صاحب (سوات والے) رحمۃ اللہ علیہ

۱۹. مولانا عبد المجید ندیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۰. مولانا عبد الشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۱. مولانا فضل محمد صاحب (سوات والے) رحمۃ اللہ علیہ

۲۲. علامہ یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۳. مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۴. حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۵. مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۶. مفتی احمد الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۷. ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۸. مولانا عبید اللہ انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۹. مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۰. شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ

۳۱. قاضی احمد شجاع آبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۲. صندل بابا رحمۃ اللہ علیہ

۳۳. مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۴. مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۵. مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۶. شیخ القرآن مولانا افضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۷. کاکاجی رحمۃ اللہ علیہ

۳۸. شیخ در بابا رحمۃ اللہ علیہ

۳۹. مولانا فہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۴۰. مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۴۱. مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۴۲. مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ

۴۳. مولانا علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ

۴۴. مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ

۴۵. مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

۴۶. امروٹ شریف اور بیر شریف کے مشائخ رحمۃ اللہ علیہم

۴۷. مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۴۸. مولانا سمیع الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۴۹. قادری سلسلے کے پٹھان درویش رحمۃ اللہ علیہ

۵۰. سید علاء الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۵۱. سید کلیم اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۵۲. مولانا نور الہدیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۵۳. شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ بابا صاحب مد ظلہ

۵۴. شیخ التفسیر و الحدیث حضرت مولانا مفتی زر ولی خان صاحب مد ظلہ

۵۵. قائد جمیعت حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مد ظلہ

۵۶. شیخ الحدیث حضرت مولانا سید عبد الستار شاہ صاحب مد ظلہ

۵۷. پیر طریقت حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی صاحب مد ظلہ

۵۸. پیر طریقت حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب (سجادہ نشین مسکین پور شریف)

۵۹. پیر طریقت حضرت مولانا خواجہ عبد الماجد صاحب (سجادہ نشین خانقاہ مالکیہ صدیقیہ)

۶۰. مولانا فدا الرحمن درخواستی صاحب مد ظلہ

۶۱. مولانا منظور مینگل صاحب مد ظلہ

۶۲. مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب مد ظلہ

۶۳. مولانا مفتی نعیم صاحب مد ظلہ

۶۴. قاری عثمان صاحب مد ظلہ

۶۵. حضرت مولانا ڈاکٹر عادل صاحب مد ظلہ

یہ چند نام ان عظیم شخصیات کے تحریر کیے گئے ہیں، جن سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیض یاب ہوئے یا جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہوئے۔ اسی طرح جن سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقاتیں رہیں۔ ان کی مزید تفصیلات کو بیان کرنے کے لیے کئی صفحات درکار ہیں۔ بس اتنا کہا جاسکتا ہے کہ حضرت کی نگاہوں میں ان اکابر، علماء، صوفیا، مشائخ، کا بڑا مقام اور مرتبہ رہا اور ان کے دلوں میں بھی حضرت کی بڑی محبت اور عظمت رہی۔

اللہ رب العزت کل قیامت کے دن ہم سیاہ کاروں کو بھی ان حضرات کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کے پرچم تلے، اپنے فضل وکرم سے جمع فرمادیں۔ آمین

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسفار

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی حصولِ علم اور اشاعتِ علم کے لیے کئی ممالک کے اسفار فرمائے۔ جن میں سعودیہ عربیہ، قطر، دبئی، بحرین، کویت، ایسٹ افریقہ، ساؤتھ افریقہ اور یورپ شامل ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد

اللہ تعالی نے حضرت کو آٹھ بیٹوں اور چار بیٹیوں سے نوازا جن میں سے ایک بیٹے "اسعد الرحمن" کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا۔ عصر سے پہلے کا وقت تھا، وہ چھوٹا بچہ حضرت کے پاس آیا۔ حضرت آرام فرمار ہے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ خیال کرنا کہ پانی کی ٹینکی کھلی ہے، کہیں اس میں نہ گر جاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عصر کے لیے بیدار ہوئے، اہلیہ سے پوچھا کہ بچہ کہاں ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ تو آپ کے پاس تھا، جب جا کے دیکھا تو بچہ ٹینکی میں گر کر شہید ہو چکا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت کے دوسرے بڑے بیٹے "مفتی عثمان یار خان صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ" تھے۔ بہت ہی متحرک شخص تھے۔ اچھے عالم دین، اچھے مقرر اور اچھے سیاستدان تھے۔ ادارے کا نظام اور تمام امور میں حضرت کے بہت معاون رہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ زندگی بھر مجھ سے یا اپنی والدہ سے کبھی انھوں نے بدتمیزی نہیں کی۔ میں ان پر بہت سختی کرتا تھا، زیادہ سے زیادہ ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے، مگر کبھی پلٹ کر جواب نہ دیتے۔ ظالموں کے ہاتھوں شہید کیے گیے۔ بارہ گولیاں سینے پر لگیں۔ ایک گولی بھی پشت پہ نہ لگی۔ شہادت کے دن حضرت کے پاس جمعے کے بعد معمول کے مطابق حاضر ہوئے اور کسی میٹنگ میں تشریف لے گئے۔ اچانک مغرب کے بعد اطلاع آئی کہ جناح ہسپتال میں ہیں اور ان پر فائرنگ ہوئی ہے۔ جب وہاں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہنچے تو دیکھا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شہادت کے بعد ان کے چہرے پر انوار برس رہے تھے۔ جیب میں چند روپوں کے علاوہ کوئی ترکہ نہ تھا۔ انتہائی خوددار، غیور اور بردبار شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔

حضرت کے تیسرے بیٹے "قاری محمد عرفان یار خان صاحب سلمہ" ہیں۔ یہ بھی اچھے مقرر، مدرس، قاری اور عالم دین ہیں۔ مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کی بڑی گہری دوستی رہی۔ ان کے مزاج پر فقیری کا رنگ غالب ہے۔ چنانچہ گوشہ نشینی کو پسند کرتے ہیں اور زیادہ تر اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں۔ زاہدانہ طرز کی زندگی ہے۔ خانقاہ شریف کی ذمے داری اب ان کے کندھوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں، علم میں، عمل میں برکت عطا فرمائے آمین۔

چوتھے بیٹے حضرت کے "ڈاکٹر لقمان یار خان صاحب مدظلہ" ہیں۔ یہ بھی ایک اچھے عالمِ دین ہیں۔ انھوں نے ریاض (سعودی عرب) میں "جامعہ ملک فہد" سے پی۔ ایچ۔ ڈی بھی کی ہے اور اب جامعہ کے مہتمم ہیں۔ یہ بھی اچھے مقرر، مدرس اور نعت خواں ہیں۔ ان کی اپنی ایک مسجد ہے، جس میں امامت و خطابت کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ انھوں نے کئی اسفار کیے ہیں۔

پانچویں بیٹے حضرت کے خواجہ احمد الرحمن صاحب سلمہ ہیں۔ یہ بھی عالم دین ہیں اور ایک اچھے خطیب ہیں۔ جامعہ میں جمعہ کی امامت و خطابت انہی کے ذمے ہے۔ ان کا تعلق سیاست سے بھی ہے اور تدریس کی خدمات بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ عشا کے بعد اب یہ درسِ قرآن بھی دیتے ہیں۔ چھٹے بیٹے حضرت کے بھائی "نعمان سلمہ" ہیں۔ یہ پیدائشی مجذوب، اللہ کے ولی ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتویں بیٹے "ضیاء الرحمان صاحب سلمہ" ہیں۔ انھوں نے ابتدائی کتابیں بھی پڑھی ہیں اور عصری تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ جامعہ کا شعبہ مالیات ان کے ماتحت ہے۔ اسفار میں اکثر حضرت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ کافی عرصہ ساؤتھ افریقہ میں بھی انھوں نے گزارا ہے۔ آخری بیٹے حضرت کے بھائی اجمل یار خان صاحب سلمہ ہیں۔ انھوں نے عصری تعلیم حاصل کی ہے۔ انگریزی میں مہارت رکھتے ہیں۔ اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔ صاف دل انسان ہیں۔ "دارالخیر اسکولنگ سسٹم" انہی کی زیر نگرانی ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ واقعات اولاد کی زبانی

مولانا ڈاکٹر لقمان صاحب حفظہ اللہ

ہمارے گاؤں میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے میراث میں ملی ہوئی زمین پر مدرسہ تعمیر کروانا

شروع فرمایا۔ تعمیر کے دوران وہاں پانی کی کچھ قلت ہوگئی، ہم بڑے پریشان تھے کہ کیا کیا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی۔ راتوں رات اچانک زمین میں ایک چشمہ جاری ہوگیا۔ جیسے ہی تعمیر مکمل ہوئی، وہ چشمہ دوبارہ سوکھ گیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جب گھٹنوں کا آپریشن ہوا تو اس کے بعد حضرت کی طبیعت بہت ناساز ہوگئی اور حضرت نیم بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ حضرت کے دل میں دین اتنا رچا بسا تھا کہ ویل چیئر پر اس حالت میں بھی حضرت قرآن کریم کی آیت مبارکہ کی تفسیر فرمانے لگے۔ جیسے ہی ذرا ہوش آتا فوراً فرماتے کہ وضو کرواؤ میں نے نماز پڑھنی ہے۔ ایک ہی وقت کی نماز کئی کئی مرتبہ پڑھتے۔

خواجہ احمد الرحمن صاحب حفظہ اللہ

حضرت صاحب کے ساتھ میں مدینہ منورہ میں تھا۔ ساتھ ہی ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ وہ مستقل تسبیح چلاتا رہا۔ عصر سے عشا تک اسی طرح بیٹھا رہا۔ مجھے بڑا تجسس ہوا کہ اس شخص کا چہرہ تو دیکھوں کہ یہ آخر ہے کون؟ میں اٹھ کر آگے گیا تاکہ اس کا چہرہ دیکھوں۔ مگر اس نے چہرے کو چادر میں چھپایا ہوا تھا۔ میں اس کو نہ دیکھ سکا۔ حضرت صاحب نے مجھے اشارے سے منع کیا کہ کسی کی عبادت میں خلل اندازی نہ کرو۔ عشا کی اذان ہوئی، یہ نوجوان اٹھا اور آگے گیا۔ جیسے ہی وہ آگے جانے لگا حضرت صاحب نے اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے ہاتھ چھڑا کر حضرت کی طرف مڑ کے دیکھا۔ جیسے اس کی نظر حضرت کے چہرے پر پڑی تو فوراً حضرت کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ کہنے لگا کہ ”حضرت! آپ قیامت کے دن مجھے نہ بھولیے گا“، حضرت نے یہ سنا تو فرمایا کہ ”آپ قیامت کے دن مجھے نہ بھولیے گا“۔ وہ نوجوان روتا ہوا جلدی جلدی بھیڑ میں کہیں غائب ہوگیا۔

میرا ایک دوست تھا انتہائی غفلت کا شکار تھا۔ میں اس کو حضرت صاحب کی خدمت میں بیعت کے لیے لے کر آیا۔ اس نے آکر حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت صاحب نے اس کو ذکر بتایا۔ اس کے بعد وہ چلا گیا، پھر کافی عرصے کے بعد وہ دوبارہ ملا۔ کہنے لگا کہ میں نے گناہوں کی زندگی سے توبہ کی، عمرے کے لیے گیا، خانہ کعبہ کا دروازہ کھلا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اندر داخلے کی سعادت عطا فرمائی۔ جب میں اندر جا کر مراقبے میں بیٹھا تو میں نے دیکھا کہ پورا وجود اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور میرے سر میں ایک عجیب قسم کی آواز آنا شروع ہوگئی۔ اس نے آکر حضرت صاحب کو کارگزاری سنائی تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑا فضل فرمایا ہے، اس نعمت کی قدر کرنا۔ پھر نہ

جانے وہ اس کے بعد کہاں چلا گیا۔

بنوری ٹاؤن کے استاذِ حدیث ”مولانا فضل محمد صاحب“ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ حرم میں تھا، میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو طواف کرتے دیکھا، میرے دل میں آیا کہ ذرا دیکھوں تو سہی کہ حضرت کن الفاظ سے دعا مانگتے ہیں۔ چنانچہ میں حضرت کے قریب، پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ صرف پشتو میں یہی فرما رہے تھے کہ ”اے اللہ تو راضی ہوجا! اے اللہ تو راضی ہوجا! اے اللہ تو راضی ہوجا!“

بھائی ضیاء الرحمن حفظہ اللہ

ساؤتھ افریقہ کے ایک بڑے بزرگ تھے، مولانا جمال صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈربن کے قریب ورلم کے علاقے میں ان کی رہائش تھی۔ کسی نے ان کو حضرت صاحب کے متعلق بتلایا۔ حضرت کی ساؤتھ افریقہ تشریف آوری ہوئی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، جیسے ہی گھر میں داخل ہوئے، حضرت پر ان کی نگاہ پڑی تو پکار اٹھے کہ میرا شیخ آگیا! میرا شیخ آگیا! یہی میرے شیخ ہیں! یہی چہرہ مبارک میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ انھوں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی پھر بعد میں اجازت و خلافت بھی حضرت نے ان کو عطا فرمائی۔ حضرت کی محبت میں فنا تھے۔ پیرانہ سالی اور بیماریوں کے باوجود اتنی دور سے دن میں دو مرتبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے تشریف لاتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت آرام فرمارہے ہیں تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھر کے باہر ہی انتظار کرتے رہتے اور جب حضرت صاحب بیدار ہوتے تو حضرت خدمت میں تشریف لے آتے۔

انہی کا ایک واقعہ مجھے یاد آیا کہ گھر کے باہر حضرت صاحب کے ساتھ تشریف لائے، جب حضرت صاحب نے ان کی چپل کو دیکھا تو حضرت ہنس پڑے اور فرمایا کہ ”مولانا آپ کی تو چپل پھٹی ہوئی ہے“۔ انھوں نے فوراً اپنے ساتھی کو کہا کہ تھیلی لاؤ اور اس میں چپلیں ڈال دیں۔ پھر فرمایا کہ ان چپلوں نے میرے شیخ کو ہنسایا ہے۔ میں ان کو ہمیشہ سنبھال کے رکھوں گا۔ آج تک وہ چپلیں شوکیس میں ان کے گھر رکھی ہیں۔ اسی طرح حضرت صاحب کے ایک خلیفہ ہیں ساؤتھ افریقہ میں ”ڈاکٹر زاہد صاحب“، ساؤتھ افریقہ میں پابندی سے ان کے ہاں اصلاحی مجالس بھی ہوتی ہیں۔ ان کے ایک رشتے دار کا حضرت صاحب سے بیعت کا تعلق تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کا قلب

جاری تھا۔اسی حالت میں ان کو دفنایا گیا۔

ساؤتھ افریقہ میں حضرت کی مجالس کی عجیب برکات نظر آتی تھیں۔ روزانہ پابندی سے حضرت صاحب مراقبہ فرماتے تھے۔ عمر نامی ایک نوجوان ایک مرتبہ مراقبے میں آیا۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کرنا ہے تو میں نے انگریزی میں اس کو مراقبے کا طریقہ سمجھایا۔ تین دن کے بعد جب حضرت صاحب کے مراقبے میں حاضر ہوا تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قریب بلایا اور فرمایا ماشاءاللہ! پھر اسے دوسرا سبق دے دیا۔ تین دن میں اس نوجوان نے پہلا سبق مکمل کر لیا۔ یہ نوجوان کہتا تھا کہ میں ایک مرتبہ چین گیا۔ ایک جگہ کھانا کھا رہا تھا، ایک بوڑھی چائنیز خاتون نے مجھے دیکھا، میرے قریب آئی اور کہنے لگی کہ تم فجر کے بعد جو عبادت کرتے ہو اس کی روشنی تمھارے وجود سے ظاہر ہو رہی ہے۔اپنی اس عبادت کو کم سے کم ایک گھنٹہ کیا کرو۔ میں حیران ہو گیا کہ اس کو میرے مراقبے کی اطلاع کیسے ملی۔

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں حضرت صاحب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اچانک ایک نوجوان آیا، انتہائی حسین و جمیل۔اس نے اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا۔انتہائی نفیس طبیعت کا معلوم ہو رہا تھا۔اس نے حضرت صاحب کے کان میں کچھ عرض کیا۔ حضرت صاحب نے اس کو اجازت حدیث عطا فرمائی۔اس نے حضرت کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ کون شخص تھا؟ حضرت نے فرمایا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔یہاں طرح طرح کے لوگ آتے ہیں۔

میرا ایک ہندو دوست تھا ساؤتھ افریقہ میں۔اس نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح ایک کمپنی اسے کام کا ٹھیکا دیدے لیکن بار بار ناکام ہوا۔اسے کسی نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا۔وہ میرے پاس آکر کہنے لگا کہ حضرت سے میرے لیے تعویذ لکھوا دو۔ مجھے یقین ہے کہ اس سے میرا کام ہو جائے گا۔ میں نے اس سے کہا کہ ٹھیک ہے جب حضرت تشریف لائیں گیں تو تعویذ بنوا دوں گا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے مگر پورا مہینا مصروفیات رہیں اور میں تعویذ نہ بنوا سکا، جیسے ہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ائیر پورٹ سے واپس کراچی روانہ ہوئے، اس کا مجھے فون آیا کہ ”میں تعویذ لینے آرہا ہوں“۔اب میں پریشان ہو گیا کہ کیا کروں، چنانچہ میں نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا اور چمڑے میں سی کر اس کو دے دیا وہ آیا اور مجھ سے تعویذ لیا اور اس کو

اپنی آنکھوں سے لگایا۔ اللہ کی شان اگلے روز وہ اس انگریز کے دفتر گیا تو اس کو اربوں کا ٹھیکہ مل گیا یہ اس کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے حسن ظن کی برکت تھی۔

اسی دوست کے ساتھ ایک مرتبہ میں دعوت میں گیا میں ایک جگہ کنارے بیٹھا ہوا تھا، وہی انگریز مجھے گھورنے لگا، تھوڑی دیر بعد وہ میرے پاس آیا اور میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ ”یہ عام آدمی نہیں ہے“۔ پھر اس نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور میری آنکھوں میں گھورنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے میرا ہاتھ زور سے جھٹکا اور کہا ”میں نے کہا تھا نا کہ یہ عام آدمی نہیں ہے یہ کسی بڑے بزرگ کی اولاد ہے۔ میں نے اس کے دماغ پر قابو پانے کی بڑی کوشش کی لیکن اس کے گرد ایک حصار ہے جو مجھے اندر داخل نہیں ہونے دے رہا“۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حرمین شریفین کے آداب کی بہت زیادہ رعایت فرماتے تھے۔ جب حرمین شریفین پہنچتے تو ان کی کیفیت بدل جایا کرتی۔ خاص طور پر مدینہ منورہ میں ایک عجیب کیفیت طاری رہتی۔ باب السلام سے جب داخل ہوتے تو لبوں پر خاموشی ہوتی، نگاہیں جھکی ہوئی ہوتیں اور پورا بدن لرز رہا ہوتا۔

بھائی اجمل الرحمن حفظہ اللہ

میں ایک مرتبہ سوات کے معروف بزرگ پیر مستعار کی زیارت کے لیے اپنے دوست کے ساتھ گیا، جب وہاں پہنچا تو ان کے متعلقین کا حلقہ ان کے ارد گرد موجود تھا، انھوں نے مجھے دیکھا تو اپنے قریب اپنے ساتھ بٹھایا اور باقی سب کو مجلس سے باہر بھیج دیا پھر مجھ سے پوچھنے لگے ”سپن دادا“ کیسے ہیں؟ میں نے حضرت کی خیر خیریت سے ان کو آگاہ کیا تو انھوں نے فرمایا: ” آپ کے والد بہت بڑے انسان ہیں۔ میرے والد بابا شکر ملنگ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ آپ کے والد کو بچپن میں مٹی کے گھر بناتے ہوئے دیکھا تو آپ کے والد سے کہا کہ بیٹا تم تو آسمان میں کھیلو گے مٹی میں کھیلنا تمھارا کام نہیں، تمھاری بڑی اونچی شان ہوگی“۔

آپ کے والد صاحب نے جب یہ بات سنی تو کپڑے جھاڑتے ہوئے فوراً اٹھ گئے، پھر کبھی کھیل کود کی طرف دوبارہ نہیں گئے۔ میں نے اپنی زندگی میں کئی ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ حضرت صاحب کی مجلس میں آئے اور تقوی طہارت کی زندگی گزارنے لگے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چند واقعات بعض متعلقین کی زبانی

شیخ الحدیث حضرت مولانا شمس الحق صاحب حفظہ اللہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تعلق ۱۹۶۵ء سے تھا۔ جب میں کراچی آیا تو شش ماہی امتحانات ہو چکے تھے۔ میرا قیام جنرل پوسٹ آفس کے پاس ایجوکیشنل پریس میں تھا۔ حضرت مولانا فہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ پوسٹ آفس کے امام و خطیب بھی تھے اور سوات کے علماے کرام کے صدر اور احرار الاسلام چاکیواڑا میں صدر مدرس بھی تھے۔ میں، مولانا فہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ صبح مدرسے جاتا اور شام کو واپس آتا تو مولانا فہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف کروایا اور فرمایا کہ یہ ہمارے سوات کے بڑے عالم ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف کے بعد میرا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بکرا پیڑی میں آنا جانا تھا، میں ۱۹۶۶ء میں علومِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جامعہ دارالعلوم کراچی میں داخل ہوا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں مدرسہ مظہر العلوم کھڈا مارکیٹ میں شیخ الحدیث تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بخاری اور بیضاوی کے خصوصی انداز میں پڑھانے کی تعریف سنی تھی۔ پھر جب انھوں نے مدرسہ مظہر العلوم چھوڑ کر بکرا پیڑی میں اپنا ادارہ قائم کیا تو انھوں نے وہاں بھی بخاری اور بیضاوی پڑھانی شروع کی۔ ان کے مدرسے میں بڑے بڑے علماے کرام کے جلسے ہوتے تھے۔ ہم طلبہ کرام ان کے جلسوں میں شرکت کے لیے دارالعلوم کراچی سے آتے تھے۔ اکابر علماے دیوبند میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق محمود الملۃ والدین قائد جمعیت حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، شیخ القرآن مولانا طاہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری اجمل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ یہ تمام علماے کرام اس وقت ملک کے مایہ ناز علماے کرام تھے جو بکرا پیڑی میں جلسوں کے لیے آتے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں جمعیت علماے اسلام کے لیے بڑے سرگرم تھے اور بڑی سرگرمی سے جمعیت علماے اسلام کے لیے کام کرتے تھے۔ میں دارالعلوم کراچی سے تین سال بعد اکوڑہ خٹک چلا گیا، پھر تین سال بعد

جب کراچی آیا تو میں حضرت مولانا عبدالمالک صاحب صدیقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر آیا تھا اور چونکہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے بیعت یافتہ تھے اس لیے ان کے اس تعلق پر میری محبت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور زیادہ ہو گئی تھی۔

میں بنوری ٹاؤن میں داخل ہوا وہاں درسِ نظامی مکمل کیا میرا تعلق بنوری ٹاؤن میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا فضل محمد صاحب سواتی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی بن چکا تھا۔ وہ بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ میرا ارادہ بکرا پیڑی میں مدرس ہونے کا تھا لیکن میری کلاس کا ساتھی مولانا قاضی محمد اسماعیل صاحب جو کہ مولانا عبدالرحمٰن رحمانی کا بھتیجا ہے، اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ ہم دونوں اپنے مدرسے مدرسۂ رحمانیہ تعلیم القرآن لی مارکیٹ میں درس نظامی شروع کروائیں گے۔ مجھے تدریس کا بہت شوق تھا تو میں نے ان کے ساتھ مل کر درسِ نظامی کا سلسلہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے میں شروع کیا۔ تین سال میں جامعہ رحمانیہ میں مدرس رہا۔ پھر میں اپنے آبائی گاؤں تور غر بسی خیل جدبا شالون چلا گیا۔ وہاں درس و تدریس کا سلسلہ سر انجام دے کر پھر ۱۹۷۷ء میں واپس کراچی آیا، آتے ہی حضرت مولانا نور الہدیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ ربانیہ میں تدریسی خدمات میرے ذمے لگائیں۔

۱۹۷۷ کے آخر میں میری ملاقات مفتی محمد زرولی خان صاحب سے ہوئی، اسی ملاقات میں انھوں نے اگلے سال احسن العلوم میں درس نظامی شروع کرنے کی دعوت دی جو میں نے قبول کی اور پھر ۹ سال تک وہاں پڑھایا۔ حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب جید اور متبحر عالمِ دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحتِ کاملہ عطا فرمائیں اور ان کی عمر میں برکت نصیب فرمائیں۔ حضرت مفتی زرولی خان صاحب سے میرا ایک برادرانہ تعلق تھا جو کہ اب بھی ہے اور ان شاء اللہ رہے گا۔ پھر اپنی والدہ صاحبہ کی بیماری کی وجہ سے ۱۹۸۵ء میں احسن العلوم چھوڑ کر گاؤں چلا گیا۔ ۱۹۸۶ء میں میں واپس آیا۔ واپسی پر میرے چچا زاد بھائی حاجی ظاہر شاہ نے کہا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیغام بھیجا ہے کہ مجھ سے ملیں تو میں ان سے ملنے بکرا پیڑی چلا گیا۔ وہاں آغاز سال کی ابتدائی میٹنگ ہو رہی تھی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ آپ کیا پڑھائیں گے؟ میں نے کہا کہ میں ابتدائی کتب پڑھاؤں گا، تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں آپ کو شرح ملا جامی بھی دے رہا ہوں اور مقاماتِ حریری بھی

دوں گا۔ تعلیم شروع ہوگئی مولانا ہاشم صاحب جو جامعہ کے مدرس تھے، وہ نہیں آسکے۔ دوبارہ میٹنگ ہوئی ان کی دونوں کتب ہدایہ ثالث اور بیضاوی تھیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کس کو دیں؟، حضرت مولانا بحر العلوم صاحب جن کے ساتھ میرا برادرانہ تعلق ہے اللہ ان کو صحتِ کاملہ نصیب فرمائیں اور ان کی عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ انھوں نے فرمایا کہ مولانا شمس الحق صاحب کو دے دیں۔ چنانچہ یہ دونوں کتابیں مجھے دے دی گئیں۔

پھر ایک ہفتے کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بلایا اور کہا کہ آئندہ سال دورۂ حدیث کی اچھی کتابیں دوں گا۔ پھر آئندہ سال جامعہ دارالخیر گلستانِ جوہر منتقل ہوا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتابوں کی تقسیم خود فرماتے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ مولانا شمس الحق صاحب کو مسلم کامل، سلم العلوم اور مختصر المعانی اور مشکوٰۃ ثانی دے دو۔ پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بلایا اور فرمایا کہ میں سفر پر جا رہا ہوں میری بخاری کسی جگہ سے شروع کرائیے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مجھ سے بہت تعلق اور محبت کا رشتہ تھا۔ ایک تعلق تو نسبی تھا کہ ہم ایک دادا کی اولاد تھے۔ ہمارا سلسلۂ نسب سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ آگے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بن یامین تک یہ شجرۂ نسب ہمارے پاس محفوظ لکھا ہوا ہے۔ دوسرا روحانی تعلق مولانا عرفان بہادر رحمۃ اللہ علیہ عرف مارتونگ بابا سے تھا جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شیخ تھے۔ تیسرا تعلق حضرت شیخ خواجہ عبدالمالک مجددی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا جن سے میں دارالعلوم حقانیہ بیعت ہوا تھا۔ یہ میرے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے۔ چوتھی نسبت حضرت شیخ المشائخ مولانا فضل محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے تھی جو سوات کے مشہور عالم ولی بزرگ حضرت مولانا محمد قمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے اور میرا بھی مولانا محمد قمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بواسطہ حضرت شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق تھا۔ جن کے پاس حزب البحر، دلائل الخیرات، چہل کاف کا مشہور عمل تھا، عامل تھے۔ ہمارے شیخ نے بندے کو اس کی اجازت دے دی تھی اس نسبت سے اس سلسلے میں ہم شریک تھے۔

حضرت مولانا محمد قمر سواتی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں، میں بذاتِ خود رہا تھا لیکن اجازت میں نے مرشد کامل شیخ المشائخ حضرت مولانا فضل محمد سواتی رحمۃ اللہ علیہ سے لی ہے اور حضرت مولانا فضل محمد سواتی کا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ اس بنا پر بھی میرا ایک تعلق رہا تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے

اور ایک گہرا تعلق تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ فراست ولی تھے۔

میں جامعہ احسن العلوم میں مدرس تھا۔ میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ محدث العصر شیخ المشائخ حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ گلستانِ جوہر کی اسی مسجد میں جس میں لال رنگ لگا ہوا تھا، اپنے مخصوص جبے میں موجود ہیں اور مدرسے کی ابتدائی میٹنگ میں علماء بیٹھے ہوئے ہیں اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ بذاتِ خود کتب تقسیم کرر ہے ہیں۔ میرے شیخ میرا نام لے کر اور بڑی بڑی کتابوں کا نام لے کر فرماتے ہیں کہ یہ مولانا شمس الحق صاحب کو دے دیں، یہ پڑھائیں گے۔ میں اسی خواب میں پسینے میں شرابور ہو گیا۔ حیران ہوا کہ یہ کیا ہے۔ لیکن اتنا سا خواب دیکھ کر یہ نقشہ میرے ذہن میں تھا۔ ایک دن میں چہل قدمی کے لیے نکلا اور اس پہاڑی پر میں آیا جس کے دامن میں جامعہ دار الخیر کی بلڈنگ بن گئی ہے اور میں نے دیکھا کہ یہ مسجد تو وہی ہے، میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ مسجد اور مدرسہ کس کا ہے؟، لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ مسجد اور مدرسہ حضرت مولانا محمد اسفندیار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اتفاق سے اگلے سال جب احسن العلوم سے جدائی ہوئی تو میرے قریبی رشتے دار حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ !اگر آپ احسن العلوم نہیں جاتے ہیں تو میں نے آپ کی تدریس کے سلسلے میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بات کی ہے، آپ ان سے جا ملیں، میں نے ان سے کہا کہ میں تو حضرت مولانا اسفندیار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جامعہ میں پڑھاؤں گا۔ مولانا عنایت اللہ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا آپ نے ان سے تدریس کی بات کی ہے، میں نے کہا کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی ملاقات ہوئی ہے، مولانا عنایت اللہ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ اتنے سادہ ہیں۔ یہ مدرسہ مولانا اسفندیار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لیے بنایا ہے یا آپ کے لیے بنایا ہے، میں نے کہا کہ حضرت مولانا نے مدرسہ تو اپنے لیے بنایا ہے لیکن میں اس میں تدریس کروں گا ان شاء اللہ، اس لیے کہ میں نے جو خواب دیکھا تھا مجھے پکا یقین ہے کہ میں یہاں پر تدریس کروں گا۔

اتفاق ہے کہ میں اپنے گاؤں گیا تھا والدہ صاحبہ کی بیماری کی وجہ سے، واپس رمضان المبارک میں عید پر پہنچا، عید کے بعد میرے رشتے دار حاجی محمد ظاہر شاہ صاحب ہمارے گھر آئے اور انھوں نے کہا کہ آپ کو حضرت مولانا اسفندیار خان صاحب یاد کر رہے تھے اور انھوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ اگر آپ احسن العلوم میں نہیں

پڑھاتے ہیں تو ہمارے پاس آجائیں، میں ان کے ساتھ بکرا پیڑی گیا تو بعینہ وہی نقشہ دیکھا کہ جامعہ دارالخیر کی ابتدائی میٹنگ ہو رہی ہے، سارے علماء بیٹھے ہوئے ہیں اور حضرت مرشد کامل مولانا اسفندیار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود کتب تقسیم کر رہے تھے۔ اور وہی کتابیں جو میں نے دیکھی تھی مجھے دے دیں گئی، یوں ۱۹۸۶ء میں بندے کا حضرت مرشدِ کامل حضرت مولانا اسفندیار خان صاحب کے ساتھ رفاقت بحیثیت مدرس جامعہ کے نصیب ہوئی، اور اس کے بعد ۳۴ سال کا عرصہ حضرت کی رفاقت میں رہا، اس درمیان حضرت کے مجھ پر بڑے بڑے احسانات ہوئے ہیں، بالخصوص تدریس کے سلسلے میں، اور سب سے عظیم احسان حضرت کا یہ ہے کہ اللہ کا گھر مجھے دکھادیا، حضرت نے فریضہ حج پر ۲۰۰۱ء میں مجھے بھیجا۔ مجھے ایک لاکھ روپے فریضہ حج ادا کرنے کے لیے دیے، اس کے بعد ہر سال رجب میں ایک لاکھ روپے میرا وظیفہ رہا عمرے کے لیے، اس کے علاوہ بھی مجھے ہدیے وغیرہ دیتے تھے اور عمرے کے لیے وظیفہ رجب میں ہر سال دیتے تھے، یہ سلسلہ ۲۰۱۷ء تک رہا۔ اور اس کے بعد تقدیرِ الٰہی سے یہ جبلِ استقامت، علوم وفنون کا یہ روشن ستارہ ۲۰۱۹ء کے آخر میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نہ اس دنیا میں کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ رہ سکتا ہے، لیکن حضرت کے فراق پر جو صدمہ پہنچا ہے جو غم اور دکھ ہوا ہے اس کا اثر تا حیات زائل نہیں ہوسکتا۔ ۳۴ سال کے اس طویل عرصے میں میں نے حضرت کی خداداد صلاحیتوں کا مشاہدہ کیا ہے، ویسے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت کو جامع الکمالات بنایا تھا، حضرت ہر مرض کے ماہر تھے، علوم ظاہرہ کے ساتھ علوم باطنہ کے بھی ایک کامل ولی تھے، حضرت صاحب فراست کے ولی تھے، جیسے کہ حدیث میں ہے کہ !اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله

۲۰۱۱ء کا واقعہ ہے، جامعہ کے برآمدے میں دار الحدیث کی طرف جا رہے تھے تو میں نے ہاتھ ملایا، اکیلے تھے، فرمایا کہ اگر میں مرگیا تو میرا جنازہ آپ پڑھائیں گے، میں نے کہا کہ آپ کیا بات کر رہے ہیں؟، میں تو خود عاجز گناہ گار ہوں اور آپ کے پاس اس انتظار میں ہوں کہ اگر میں مرجاؤں تو میرا جنازہ آپ پڑھائیں گے، فرمایا! یہ باتیں چھوڑو، جو میں نے کہا وہ سنو، اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی فراست دی ہے کہ جامعہ کے سارے اساتذہ، علماء اور طلبہ میری نظر میں ہیں۔ حضرت صاحب میں ایک امتیازی صفت صبر وشکر کی تھی، ان جیسے شکر گزار اور صبر کرنے والے بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔

ایک تو ہمارے شیخ حضرت علامہ محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو علوم ظاہرہ اور باطنہ کے ساتھ صاحب فراست عالم ولی تھے، فرماتے تھے کہ! ولی را ولی می شناس۔ حضرت بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بنوری ٹاؤن میں اپنے ساتھ اولیا کو جمع کیا تھا۔ اور ایک ہمارے حضرت مولانا اسفندیار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ بڑے بڑے مصائب آئے، حضرت نے سب غموم اپنے اندر پی لیے مگر زبان سے سوائے صبر کے اور کچھ نہیں نکلتا تھا۔ سب سے بڑا غم حضرت مفتی محمد عثمان یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا تھا، اس کے بعد اچانک مفتی صاحب کے بیٹے یعنی آپ کے پوتے کے انتقال کا تھا، بیچ میں اور بھی جو غموم آئے ان میں صابر رہے ۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں ایک صفتِ امتیازی ان کی بہادری اور شجاعت کی تھی، کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے، اور ایک خاص صفت ان میں سخاوت کی تھی، اور یہ صفت بہت نمایاں تھی، علماء و طلبہ پر بہت مہربان تھے، جامعہ کے اساتذہ کے ساتھ بڑے عظیم اخلاق سے پیش آتے تھے، ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جامعہ تو آپ کی ہے، یہ تو آپ کی قربانیاں ہیں کہ جو سردی میں صبح سویرے آپ آتے ہیں، یہ آپ کی علم سے محبت ہے، اس کا میں آپ حضرات کو معاوضہ نہیں دے سکتا ہوں، اور یہ جو میں آپ کو دیتا ہوں یہ آپ کی تنخواہیں نہیں بلکہ کرایہ دیتا ہوں، آپ کا معاوضہ تو اللہ آپ کو دے گا۔ میرے ساتھ حضرت کے خصوصی احسانات تھے۔ جیسے میں نے عرض کیا کہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا شمس الحق صاحب کو ناراض نہیں کرنا، یہ تو میرا بھائی ہے، میرے دونوں بیٹے مفتی محمود الحق اور مفتی محمد یوسف ان دونوں کو جامعہ میں مدرس رکھا، آپ کے ان عظیم احسانات کی وجہ سے میں کہیں نہیں جاسکتا تھا۔ ہر سال رجب میں میرے پاس لوگ آتے تھے کہ ایک گھنٹہ بخاری شریف کا ہمیں دیدیں، باقی آپ اپنی جامعہ میں رہیں، اس لیے کہ بخاری شریف آپ نے کامل محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے، اور بڑی رقم کی پیش کش بھی کی گئی لیکن میرے سامنے آپ کی محبت اور احسانات تھے میں کسی کو ہاں نہیں کہہ سکتا تھا۔ حالانکہ میری طبیعت میں سختی تھی، کسی سے کوئی سخت بات ہو جاتی تو فرمایا کرتے کہ مولانا کو کبھی ناراض نہیں کرنا، یہ ان کا اپنا مدرسہ ہے۔

بہر حال اس دار فانی سے ہر کسی نے جانا ہے، کوئی ہمیشہ یہاں نہیں رہ سکتا، حضرت صاحب اچانک ہم سے جدا ہو گئے، حضرت صاحب کے فراق کا یہ غم تا حیات رہے گا۔ جہاں تک حضرت مرشد کامل محمد اسفندیار خان

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی زندگی کے حالات ہیں تو وہ حضرت نے اپنی حیات میں اپنے قلم سے لکھ دیے ہیں، اور وہ من وعن محفوظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ اس جامعہ کو قائم و دائم رکھے اور اس کے انوار پوری دنیا میں پہنچائے، اور اس جامعہ کو اور ان کی اولاد کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

ڈاکٹر زاہد حفظہ اللہ کا بیان

الحمد للہ! حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ۲۰ سال سے زائد میرا تعلق رہا۔ ۲۰ سال قبل میرے حالاتِ زندگی کچھ اور تھے۔ میرا پورا خاندان کچھ بدعات وغیرہ میں مبتلا تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تعلق جڑنے کے بعد اللہ پاک نے ہمارے پورے خاندان پر اپنا فضل فرمایا۔ میرے والدِ محترم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، مراقبے کی پابندی فرماتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کا قلب جاری تھا۔

اسی طرح مولانا جمال صاحب ابتدا میں عام لوگوں کی طرح تھے، انھوں نے بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ مولانا جمال صاحب ابتدا میں عام لوگوں کی طرح تھے۔ ان کی زندگی اس طرح بدلی کہ ان کو ٹی بی کی بیماری لاحق ہوئی۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ ہسپتال میں تھے کہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جمال اٹھو دین کا کام کرو“، چنانچہ اللہ کی شان ہے کہ مولانا جمال صاحب کی بیماری دور ہو گئی اس کے بعد ان کی زندگی بالکل بدل گئی۔ انھوں نے مولانا قاسم صاحب سے ابتدائی دینی کتابیں پڑھیں اور پیر فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی، یہ بھی اپنے زمانے کے بہت بڑے شیخ گزرے ہیں۔ ان کے وصال کے کافی زمانے بعد مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی پھر ان کے انتقال کے بعد کسی سے بیعت نہیں کی یہاں تک کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات ہوئی تو حضرت کو دیکھتے ہی انھوں نے بیعت کی درخواست کی اور فرمایا کہ میں نے کچھ عرصہ قبل آپ کو خواب میں دیکھا تھا اور مجھے بتایا گیا تھا کہ آپ ہی میرے شیخ ہیں۔ مولانا جمال صاحب خود بھی بڑے اللہ والے تھے اور عمر میں بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑے تھے۔ لیکن اس کے باوجود حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا حضرت کے بلند مقام اور عظمتِ شان کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ساؤتھ افریقہ میں بندے کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادے کی کئی بار سعادت عطا

فرمائی۔ میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت ساری کرامات کا مشاہدہ کیا: مثلاً ہم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر میں تھے، ایک مشہور شخص کا فون آیا، انھوں نے حضرت کو بتایا کہ میری بیٹی کے دماغ میں ٹیومر ہے اور ڈاکٹروں کے پاس سوائے آپریشن کے اور کوئی حل نہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ تھوڑا صبر کریں، چار یا پانچ دن کے بعد دوبارہ چیک اپ کروائیں۔ اللہ کی شان چار پانچ دن کے بعد جب انھوں نے دوبارہ چیک اپ کروایا تو ڈاکٹر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ٹیومر بہت چھوٹا ہو چکا تھا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ طبی اعتبار سے یہ ناممکن ہے، آپ نے جو بھی دوا یا دعا کی ہے اس کو جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر آپریشن کے اس بچی کو صحت عطا فرمائی۔

اسی طرح میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد ایک جگہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان تھا، ہمیں راستے میں دیر ہوگئی مغرب کا وقت شروع ہو گیا۔ میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہیں راستے میں مغرب ادا کر لیں؟ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہیں جا کر مغرب پڑھیں گے۔ میرے دل میں آیا کہ ابھی تو کئی میل باقی ہیں، ہمارے پہنچنے تک مغرب کا وقت نکل جائے گا۔ ہم نے سفر جاری رکھا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ہم مغرب میں اس جگہ پہنچ گئے۔ میں آج اس سفر کو یاد کرتا ہوں تو مجھے راستوں میں بہت ساری جگہوں سے گزرنا یاد نہیں آتا۔

میں نے ۲۰ سالوں میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سنت و شریعت کا پابند پایا۔ ساؤتھ افریقہ میں اگر کوئی خاتون بیعت لینے کے لیے آتی اور اس جگہ کوئی مناسب بندوبست نہ ہوتا تو حضرت ان کی طرف پشت کر کے بیٹھ جاتے اور اپنا چہرا ان کی طرف نہ فرماتے۔

بھائی عتیق صاحب حفظہ اللہ

ہم سن ۱۹۹۹ء میں گلستان جوہر آئے، الحمدللہ ۲۰ سال حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رہا، حضرت ایک بڑے مفسر، محدث اور ایک متبع سنت پیر کامل تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں بڑی تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا کیا مگر کبھی معمولات میں کوئی کمی نہ آنے دی۔

مفتی عثمان صاحب کی شہادت کے بعد ہم ہسپتال سے واپس لوٹے تو فوراً حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وضو فرمایا اور تحیۃ الوضو ادا کیں، اسی طرح اس دن بھی تہجد کا ناغہ نہ کیا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فراست ایمانی کا عجیب حال تھا۔ سن ۲۰۰۳ میں مجھے عمرے کی سعادت نصیب ہوئی، اس وقت میرے مالی حالات کچھ اچھے نہ تھے، مکہ مکرمہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو کان میں مجھ سے فرمانے لگے کہ ”آپ کو جتنا پیسہ چاہیے مجھ سے لے لیں الحمدللہ میرے پاس بہت پیسے ہیں“۔ اگلے سال پھر مکہ مکرمہ میں حضرت سے ملاقات ہوئی، اس مرتبہ میرے مالی حالات بہتر تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے میری جیب پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ ماشاء اللہ ابھی معاملہ کچھ بہتر ہے۔

سن ۲۰۰٦ء میں میرے دل میں ایک عجیب اشکال آیا، میں اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوا۔ ایک دن فجر کی نماز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے برابر میں ادا کی نماز سے فارغ ہوتے ہی حضرت نے فرمایا کہ اب آپ جاکر آرام کریں۔ میں نے سوچا کہ حضرت صاحب تو اشراق سے پہلے سونے سے منع فرماتے ہیں آج کیا ہوگیا۔ بہر حال حکم تھا جاکر سو گیا۔ سوتے ہوئے خواب دیکھا جس سے میرا سارا اشکال دور ہوگیا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ انتہائی حساس طبیعت کے مالک تھے۔ اگر کوئی شخص اپنی پریشانی بیان کرتا تو حضرت پر بہت اثر ہوتا۔ وفات سے چند دن پہلے اخبار میں ایک بچے کے گم ہونے کی خبر پڑھی، پوری رات نہ سو سکے اور جب تک بچہ نہ مل گیا، پریشانی ختم نہ ہوئی۔

ڈاکٹر محمد شریف الدین حفظہ اللہ کا بیان

الحمدللہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے میرا بڑا پرانا تعلق ہے۔ حضرت سے میں نے کتابیں بھی پڑھیں۔ حضرت نے میرے کلینک کا سنگ بنیاد سن ۱۹۷۲ء میں رکھا۔

الف) ۱۹۸۲ میں ہمارے علاقے میں کئی نوجوان فتنۂ قادیانیت کی زد میں آگئے۔ مجھے اس معاملے میں بڑی تشویش ہوئی۔ چنانچہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور حضرت کو بیان کی دعوت دی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور بیان فرمایا، دیگر علمائے کرام نے بھی بیانات فرمائے۔ اللہ کے فضل و کرم سے وہ تمام نوجوان توبہ تائب ہوکر دوبارہ حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔ آج ان کا تعلق تبلیغ سے ہے اور اللہ رب العزت ان سے دین کا بڑا کام لے رہے ہیں۔

ب) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جب جمعیت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم پر کام شروع کیا تو میں بھی ان کے

ساتھ تھا، بعد میں مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت غلام غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلافات ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت غلام غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ الگ ہوگئے جبکہ میں مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہا، اس کے باوجود ہماری آپس میں محبت یا تعلقات میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ آئی۔

بندے نے اس امر کا بارہا مشاہدہ کیا کہ ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ جب بھی خانقاہ تشریف لاتے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ڈاکٹر صاحب کی تعریف فرماتے اور ان کی دینی خدمات کو سراہتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی محسوس نہیں ہونے دیا کہ ڈاکٹر صاحب کا تعلق مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت سے تھا. اس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔(از: مرتب)

مولانا اکرم صاحب حفظہ اللہ (خادمِ حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ)

ایک مرتبہ کہیں سے طلبہ کے لیے بریانی کی دیگیں آئیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جب پتا چلا تو پوچھا کہ یہ کس نے بھیجی ہیں؟ بتایا گیا کہ کسی اجنبی کی طرف سے آئی ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ ساری دیگیں باہر پھنکوادیں۔ اگلے دن صبح وہاں کچھ کتے مرے ہوئے نظر آئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کھانے میں زہر ملایا گیا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ جامعہ دار العلوم حقانیہ جانا ہوا۔ حضرت ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ شاہ جی آئے اور حضرت کو اپنے ساتھ لے جانے لگے۔ وہ اچانک حضرت کو بغیر بتائے دورۂ حدیث میں لے گئے۔ پھر انھوں نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ طلبہ کو کچھ وعظ فرما دیجیے۔ وہاں کے شیخ الحدیث مغفور اللہ بابا جو مار تونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، بھی تشریف فرما تھے، جب حضرت نے اپنی سندِ حدیث بیان کرنا شروع فرمائی تو مغفور اللہ بابا حضرت کے چہرے کو تکنے لگے اور ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنا شروع ہوگئے۔ وہ رو رہے تھے اور بار بار فرما رہے تھے کہ "میرے شیخ آگئے"۔ حضرت کے واپس تشریف لے جانے کے بعد بھی ان پر گریہ طاری رہا اور اس دن سبق نہ پڑھا سکے۔ بعد میں انھوں نے حضرت کے لیے جبہ اور نعلین کا ہدیہ بھیجا۔

اشعار

پشتو اشعار

زما د تورو زلفوں یارا زه دے په نوی جانان کله بدلومه

میرے کالی زلفوں کے یار میں تجھے نئے دوستوں سے کہاں بدلوں گا یعنی پرانے دوستوں کی قدر میرے نزدیک زیادہ ہے۔

حال د چراغ رابانده وشو په خپله سوزم رنها بل ته ورکومه

میرے اوپر ایسی حالت ہے کہ خود تو جلتا ہوں لیکن دوسروں کو روشنی دیتا ہوں۔

قدرت دے شته دربار دے نشته چی په دربار کښی دے په چغو وجاړ مه

قدرت تو ہے یعنی تو ہے البتہ دربار کہاں ہے کہ دیدار ہو۔ اگر تیرا دربار مل جاتا تو چیخ چیخ کر وہاں روتا۔

فرمایا سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ رات کو اٹھے تو دیکھا کہ ایک ہندو سویرے نہر کے ٹھنڈے پانی سے غسل کر رہا ہے اور ساتھ ساتھ ''رام رام'' کر رہا ہے۔ عصر کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ لوگ بیٹھے تھے تو فرمایا

خال می دہ کنڈی په مخ ولید جنو له خائی چه برغ برغ وهی خالونه

یعنی میں نے بیوہ کے ماتھے پر ٹیکا دیکھا تو شادی شدہ کو چاہیے کہ وہ دو دو ٹیکے لگائے۔ ہندو رات کو اٹھ کر رام رام کرتا ہے، مسلمان کو تو چاہیے کہ وہ اس سے بھی سویرے اٹھ کر ''اللہ اللہ'' کرے۔

فرمایا سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ وضو فرما رہے تھے کہ ایک ہندو عورت کی آواز آئی وہ کہہ رہی تھی۔

بنگڑی می او په لاس می نه کڑل وس د جانان غیگے له زم خالی لا سونه

میرے پاس کنگن تو تھے مگر میں نے پہنے نہیں۔ اب محبوب کی ملاقات کا وقت آیا تو خالی ہاتھ جا رہی ہوں۔ ہمارا یہی حال ہے۔ جب موقع تھا تو کام نہ کیا اب دنیا سے جانے کا وقت قریب ہے تو خالی ہاتھ جا رہے ہیں۔

فرمایا سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے اللہ کے ولی تھے۔ ایک مرتبہ خیبر پختونخوا میں سخت قحط سالی ہوئی۔ لوگ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دعا کے لیے آئے۔ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہیں۔ میری دعا قبول نہیں ہو گی۔ پشاور کے علاقے میں ایک موچی ہے، اس سے دعا کرواؤ۔ اگر اس نے دعا کر دی تو بارش ہو جائے گی۔ لوگوں

نے بابا رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات کے مطابق اس موچی کو پشاور میں ڈھونڈ لیا۔ وہ موچی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں بیٹھا جوتے سی رہا تھا، سر پر ایک لال رومال تھا۔ لوگوں نے اس سے جا کر دعا کی درخواست کی۔ اس نے کہا کہ میں موچی ہوں، میری دعا میں کیا اثر ہو گا؟ جب وہ نہ مانا تو لوگوں نے کہا کہ سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بھیجا ہے۔ موچی یہ سن کر ہنسنے لگا اور بولا کہ سیدو غوث نے بھیجا ہے! عجیب بات ہے کہ خود غوث ہے اور دعا مجھ سے کراتا ہے۔ پھر کہا کہ "بھائی میری دعا تو کیا سنتے ہیں، میرا تو رومال بھی نہیں سوکھنے دیتے"۔ یہ کہہ کر اپنا رومال سامنے ایک پانی کی بالٹی میں ڈال کر نکالا اور اسے ایک رسی پر پھیلا دیا۔ اس کے کانوں میں بالیاں لٹکی ہوئی تھیں ان کو پکڑ کر یہ شعر پڑھا۔

دہ ناز تتکئ بہ دبیا گڈہ وڑہ کمہ   وس خو راخکیکا چہ خڑوب شی

اب تو برسا دو ورنہ یہ نازکی بالیاں اتار کر پھینک دوں گا۔

اللہ کی شان کہ اچانک بادل آئے اور پورے خیبر پختونخوا میں ایک ہفتے تک تیز بارش ہوتی رہی، یہ ملنگ بڑے عجیب ہوتے ہیں۔

فرمایا حاجی امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔

ثنگ د اجنبی یارہ دننہ پہ دربار کم   خپل نہ یی کہ خپل شوی مدعی زہ بدی یار کم

اپنے نہیں ہو تو کیسے دربار میں آنے دوں، کوئی پرائے کو گھر میں نہیں بلاتا۔

یارتہ پہ پٹہ خلہ جڑیگہ چہ ستاشینہ   دشمن تہ خاندہ خوشحالیگہ

دشمن کے سامنے اکڑ کے رہو اور محبوب کے سامنے چپکے چپکے آنسو بہاؤ تاکہ تمھارا ہو جائے۔ مخلوق کے سامنے نہ رونا اللہ کے سامنے البتہ رات کی تنہائیوں میں خوب فریاد کرنا۔

مدینہ منورہ کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

حضرت پریخی قدمونہ دومرہ خوارہ نہ دہ   خیال ساتہ دہ قدم لارہ نہ دہ

یہ پیروں سے چلنے کی جگہ نہیں ہے یہاں تو آنکھوں پہ چل کے آؤ کہ نہ جانے کس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک لگے ہوں گے۔

فرمایا

چه نیمه شپه شی خلق تم شی　　ماسره غم شی چه جانان به چرته وینه

جب رات آتی ہے اور لوگ سو جاتے ہیں تو میرے دل میں اک درد اٹھتا ہے کہ ہائے! نہ جانے میرا محبوب کہاں ہوگا۔

فرمایا

ما د وطن غاخی له یوسی　　که په شبړه گټه پروت یم جوړ به شمه

مجھے وطن کے پہاڑوں پر لے جاؤ۔ اگر بیمار ہوں تو فوراً تندرست ہو جاؤں گا۔

فارسی اشعار

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل　　کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

ما و مجنون ہمسفر بودیم درصحرای عشق　　او بہ مقصدہا رسید وما ہنوز آوارہ ایم

در مکتب حقائق، پیش ادیب عشق　　ان ای پسر بکوش کہ روزی پدر شوی

چہل سال عمر عزیزت گذشت　　مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر　　روز محشر عذر ہاے من پذیر

گر حسابم را تو بینی ناگزیر　　از نگاہ مصطفٰے پنہاں بگیر

حافظا مے خور رندی کن وخوش باش ولے　　دام تزویر مکن چون دگران قرآن را

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ　　کہ گرچہ غرقِ گناہ است می رود بہ بہشت

لوگو میرا جنازہ پڑھنے سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤ (گریز نہ کرو)، گرچہ میں گناہوں میں غرق ہوں مگر پھر بھی سیدھا جنّت میں جارہا ہوں۔

گلے خوشبوئے دَر حمام روزے　　رسید از دستِ محبوبے بدستم

ایک دِن حمام میں ایک محبوب کے ہاتھ سے ایک خوشبودار مٹی میرے ہاتھ میں آئی۔

بدو گفتم کہ مُشکی یا عبیری کہ از بُوئے دِلآویزِ تو مستم

میں نے اُس سے پوچھا کہ تُو مُشک ہے یا عبیر ہے، کیونکہ میں تیری دلکش خوشبو سے مست ہو گیا ہوں۔

بگفتا مَن گلِ ناچیز بُودم ولیکن مُدتے با گُل نشستم

اُس نے کہا میں ایک ناچیز مٹی تھی لیکن ایک زمانے تک میں پھول کے ساتھ رہی۔

جمالِ ہم نشیں دَر مَن اثر کرد وگرنہ اِیں ہماں خاکم کہ ہستم

محبوب کا حُسن مجھ پر اَثر انداز ہوا، ورنہ میں تو بس وہی خاک کی خاک ہی تھی یعنی کچھ نہ تھی۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

الٰہی غنچہ امید بکشا گلے از روضہ جاوید بنما

بخندان از لب آن غنچہ باغم وز این گل عطر پرور کن دماغم

دریں محنت سرائے بے مواسا بہ نعمت ہاے خویشم کن شناسا

ضمیرم را سپاس اندیشہ گردان زبانم را ستایش پیشہ گردان

ز تقویم خرد بہ روزیم بخش بر اقلیم سخن فیروزیم بخش

دلے دادے ز گوہر گنج بر گنج ز گنج دل زبان را کن گہر سنج

کشادے نافہ طبع مرا ناف معطر کن ز مشکم قاف تا قاف

ز شعرم خامہ را شکر زبان کن ز عطرم نامہ را عنبر فشان کن

سخن را خود سرانجامے نماندہ ست وز آن نامہ بجز نامے نماندہ ست

دریں خم خانہ شیریں فسانہ نمی یابم صدائی زان ترانہ

حریفان بادہ ہا خوردند و رفتند تہی خم ہا رہا کردند و رفتند

نبینم پختہ ای زیں بزم و خامی کہ باشد بر کفش زان بادہ جامی

بیا جامی رہا کن شرمساری ز صاف و درد پیش آر آنچہ داری

ناز پرورد تنعم نبرد راہ بہ دوست عاشقی شیوۂ رندان بلا کش باشد

شیخ سعدی شیرازی نے کہا ہے۔

مرا سوزیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
و گر پنہان کنم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

ہر کسی از ظنِ خود شد یارِ من
وزدرونِ من نجُست اسرارِ من

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی ست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خوب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ آفتاب گویم

سپردم بتو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اردو اشعار

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

وفا داری بشرط استواری اصلِ ایماں ہے
مرے بت خانے میں تو گاڑو کعبے میں برہمن کو

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

تم آئے بندگی کرنے پھنسے لذات دنیا میں
ہوئی اندھی عقل تیری ،تری کیسی جوانی ہے

وہ جن کا عشق صادق ہو وہ کب فریاد کرتے ہیں
لبوں پہ مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

گر سچ کہتا ہوں مزا الفت کا جاتا ہے
جو چپ رہتا ہوں کلیجہ منھ کو آتا ہے

خلفاے کرام

صاحبزادہ مفتی عثمان یار خان صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ قاری عرفان یار خان صاحب حفظہ اللہ (جانشین)

صاحبزادہ ڈاکٹر لقمان یار خان صاحب حفظہ اللہ

صاحبزادہ مولانا خواجہ احمد الرحمن صاحب حفظہ اللہ

صاحبزادہ ضیاء الرحمن صاحب حفظہ اللہ

مولانا عبد الرحمن چابہاری صاحب حفظہ اللہ (مفتیِ اعظم ایران)

اخونزادہ مولانا محمد اسماعیل صاحب حفظہ اللہ (دوآبہ چارسدہ)

مفتی مسعود الرحمن صاحب (خطیب پاک آرمی)

مولانا محمد اسماعیل بانڈی عباس پور صاحب حفظہ اللہ (آزاد کشمیر)

مولانا شیرین محمد صاحب حفظہ اللہ (شیر شاہ کراچی)

مولانا حفیظ الرحمن صاحب حفظہ اللہ (امام جامعہ دار الخیر، کراچی)

مفتی اویس پاشا قرنی صاحب حفظہ اللہ (مدیر فقہ اکیڈمی، کراچی)

مولانا امیر اللہ مردان صاحب (مردان)

مولانا عبد الشکور صاحب حفظہ اللہ (چکوال)

مولانا محمد یونس صاحب (کوئلہ گودام، کراچی)

مولانا کمال الدین صاحب (ہارون آباد کراچی)

مولانا مفتی توفیق شاہ صاحب (رئیس دار الافتا جامعہ دار الخیر)

مولانا مفتی احسان الحق صاحب (متخصّص جامعہ دار الخیر، کراچی)

مولانا یوسف صدر صاحب (لیڈی اسمتھ)

مولانا یوسف ووڈا صاحب (پی۔ٹی)

مولانا چوہان صاحب (پی۔ٹی)

جناب عبد القادر طیبب صاحب (پی۔ٹی)

جناب عبد القادر یوسف صاحب (پی۔ٹی)

جناب ڈاکٹر یونس مطالہ صاحب (لیڈی اسمتھ)

جناب سید ابراہیم فخر الدین صاحب (ڈربن)

حافظ نعمان صاحب حفظہ اللہ (کراچی)

بھائی عتیق صاحب حفظہ اللہ (کراچی)

جناب عبدالحمید شیرا صاحب (کراچی)

جناب ڈاکٹر محمد شریف الدین صاحب (کراچی)

جناب حاجی عثمان صاحب

جناب عبدالرحمن بھائی (کراچی)

جناب فیروز بھائی (کراچی)

حافظ منٹھار صاحب

جناب ابراہیم پنجوانی صاحب

حکیم ممتاز احمد ہلال صاحب

مولانا مفتی محمد شاہد قاسمی صاحب مدظلہ (قطر)

مولانا مفتی ارتضاء الحسن کاندھلوی صاحب مدظلہ (قطر)

مولانا مفتی عزیزالرحمن صاحب مدظلہ (قطر)

مولانا مفتی عبداللہ صاحب مدظلہ (قطر)

مولانا مفتی شفیع الرحمن صاحب مدظلہ (قطر)

سید مخدوم علی شاہ صاحب مدظلہ (سعودیہ)

ڈاکٹر زاہد صاحب (ساؤتھ افریقہ)

مولانا عبدالرحمٰن کولیا صاحب (ساؤتھ افریقہ)

حسن اسماعیل صاحب (ساؤتھ افریقہ)

مولانا عمر فاروق پاڈیا (ساؤتھ افریقہ)

مولانا عدنان احمد صاحب مدظلہ (کراچی)

بھائی یٰسین صاحب

ملفوظات

۱. جب انسان رات کو سوتا ہے تو شیطان انسان کے بالوں میں گرہیں لگاتا ہے اور ہر گرہ پر کہتا ہے کہ، سوجاؤ! رات بہت باقی ہے۔ یہ شیطان بھی بڑا جادوگر ہے۔ اگر انسان فجر کے لیے اٹھ جائے، اللہ کا نام لے، وضو کرے اور نماز ادا کرے تو یہ تینوں گرہیں کھل جاتی ہیں، انسان پورا دن ہشاش بشاش خوش و خرم رہتا ہے۔ ورنہ یہ گرہیں باقی رہتی ہیں۔ شیطان کان میں پھر پیشاب کر جاتا ہے اور پورا دن غفلت اور نحوست کا شکار رہتا ہے۔

۲. سارے کمالات، رات کے اٹھنے میں ہیں۔ رات کو اللہ تعالی کی خاص رحمت متوجہ ہوتی ہے۔ وہ اپنے بندے کو تلاش کرتے ہیں کہ، ہے کوئی مانگنے والا۔ دشمن کے سامنے سینہ تان کر رہو۔ لیکن اس ذات کے سامنے رات کی تنہائی میں خوب گڑگڑا کر مانگو۔

۳. اپنے بارے میں کبھی اپنے نفس سے رائے نہیں لینی چاہیے بلکہ کسی اور سے پوچھنا چاہیے کہ میں کیسا ہوں (یعنی اپنے بڑوں سے اپنے بارے میں رائے لینی چاہیے)۔

۴. فرمایا: وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝۱۹ جو آخرت چاہتا ہو اور اس نے محنت کی "سعیھا" مفعول مطلق لائے تاکید کے لیے۔ یعنی ایسی محنت کی جیسا محنت کرنے کا حق ہے۔ تو اس کی محنت کبھی ضائع نہیں کی جائے گی۔

۵. حضرت یونس علیہ السلام سلام مچھلی کے پیٹ میں تھے تاریکی اور سمندر کی لہروں میں تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ کہاں ہیں۔ صرف ایک ذات باخبر تھی۔ اس ذات کو تنہائیوں میں پکارا "لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين"۔ بظاہر دعا نہیں مانگی کہ اے اللہ مجھے یہاں سے نکال دے غلطی کا اعتراف بھی دعا ہی ہے۔ ایوب علیہ السلام نے کتنی تکالیف برداشت کیں۔ سب اپنے چھوڑ گئے۔ صرف ایک ذات اللہ کی ہے جو کبھی اپنے بندے کو نہیں چھوڑتی۔ لہذا کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے آئیے اس ذات کی طرف عاجزی اور انکساری کے ساتھ متوجہ ہو جانا چاہیے اسی سے مسائل حل ہوتے ہیں۔

۶. میرے استاد نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ سفر میں تھا، میرے ساتھ ایک پیر صاحب بھی تھے۔ میزبان کے ہاں ہم دونوں رات آرام کے لیے رکے۔ چونکہ ہم سفر کی وجہ سے بہت تھکے ہوئے تھے، لہذا ہماری آنکھ لگ گئی۔ فجر کا وقت نکلنے والا تھا۔ میزبان نے آکر اذان دی۔ اس کی اذان سے ہماری آنکھ کھلی۔ پیر صاحب نے دیکھا کہ میزبان اذان دے رہا ہے تو وہ فوراً کمبل اوڑھ کر تسبیح چلانا شروع ہو گئے۔ میں سمجھ گیا کہ اگر ان کو امامت کے لیے کہہ دیا تو یہ تو بغیر وضو کے نماز پڑھے گا۔ میں نے میزبان کو کہا کہ پیر صاحب پوری رات ذکر میں مصروف رہے ہیں۔ اب فجر کی نماز کا وقت ہے۔ ان کو وضو تازہ کر لینے دیں تاکہ تھکاوٹ دور ہو جائے۔ پیر صاحب نے مجھے دیکھا اور کہا کہ آپ نے بالکل درست بات فرمائی۔ آپ بڑے عقلمند و ہوشیار انسان ہیں۔

۷. اللہ تعالیٰ کی طرف آہستہ آہستہ قدم بہ قدم بڑھانا چاہئے۔ دین انسان پر غالب آجاتا ہے۔ یکدم صوفی نہیں بننا چاہیے کہ ایک ہی دن میں ساری چیزیں پوری کرنا شروع کر دیں۔ ایک وقت اللہ کے لیے خاص کرو۔ بھلے ۱۰ منٹ سے شروع کرو۔ اس میں کسی اور کی دخل اندازی نہ ہو۔ اگر صدر مملکت نے کسی کو وقت دیا ہو اور اس وقت میں کوئی ایم۔ این۔ اے یا سینیٹر وغیرہ نے بلایا تو یہ کبھی بھی اس کی ملاقات کے لیے نہیں جائے گا کہ یہ صدر مملکت کا دیا ہوا وقت ہے۔ یہ بادشاہوں کے بادشاہ کا وقت ہے۔ اس کی قدر اور عظمت کو دل میں بٹھاؤ۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری کہ از بوئے تو دل آویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم ولیکن مدتے با گُل نشستم
جمال ہم نشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

پھر دیکھو اللہ کے ساتھ بیٹھ کر کیسا رنگ چڑھتا ہے۔ کیسی خوشبو اور نورانیت آتی ہے۔ جب ضمیر مجبور کرے تو وقت کو آہستہ آہستہ بڑھانا شروع کر دو۔ اس طرح سے ایک دن آئے گا کہ بہت آگے پہنچ جاؤ گے۔

۸. امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے "العلماء أمناء الدين ما لم يخالطوا الأمراء فإن

خالطوهم فهم لصوص الدين فاحذروهم"۔ علمائے کرام دین کے امین ہے جب تک امیروں کے ساتھ میل جول نہ رکھیں۔ پس جب ان کے ساتھ مل جائیں تو اب یہ دین کے چور ہیں ان سے بچو۔

۹. امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "من تفقه ولم يتصوف فهو فاسق، و من تصوف ولم يتفقه فهو زنديق"۔

۱۰. ولایت کو خوب اچھی طرح چھپانا چاہیے۔ فقیری بیچنے کی چیز نہیں ہے۔ میں اچھا نہیں ہوں لیکن برائی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے کبھی بھی دین کی، شریعت کی مخالفت پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ نہ کبھی اپنے ضمیر کو بیچا۔

۱۱. مدارس دین کی بنیاد ہیں۔ طلبہ کرام دین کے بیج ہیں، فکر بیج کی ہے، جیسا بیج ہوگا ویسا درخت ہوگا۔

۱۲. حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے۔ انسان جتنا بھی گناہ کو چھپائے، اپنی حقیقت کو چھپائے۔ لیکن حقیقت کھل ہی جاتی ہے۔

۱۳. اللہ تعالی مساکین کے ساتھ ہیں۔ وہاں ڈھونڈو۔ وجہ اللہ قلب مضطر کے قریب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اللهم أحيني مسكينا وأمتني مسكينا واحشرني في زمرة المساكين" صحبت کا اثر ہوتا ہے اسی لیے علماء نے شیر کی کھال پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس سے تکبر اور غرور آتا ہے۔ بھیڑ کی کھال پر بیٹھنے سے عاجزی، مسکنت پیدا ہوتی ہے۔ مساکین کے ساتھ رہنے سے دل میں نرمی اور عاجزی آتی۔

۱۴. اہتمام "ھم" سے ہے اس کے معنی ہیں "غم" اور غم و فکر کا ہونا مہتمم کے لیے لازمی ہے۔ بزرگ بہت مل جائیں گے۔ اچھے انسان کم ہیں۔ اچھا انسان بہت مشکل سے ملتا ہے۔ قحط الرجال کا دور ہے۔ غلام غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "ہر درخت کے نیچے آگ ہے۔ لیکن اس دور میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نہ ملیں گے۔ جو ہیں انھیں سے گزارا کرنا ہے"۔

۱۵. مدرسہ چلانے کے لیے ایسا بندہ ہونا چاہیے جس میں توکل کمال درجہ کا ہو۔ کبھی مدرسہ نہ بنانا۔ اگر مجھے پہلے

ان آفات کا علم ہوتا، جن کا اب ہوا تو کبھی مدرسہ نہ بناتا۔ مدرسہ بنانا خود پر آگ لپیٹنے کی طرح ہے۔ ایک ایک پائی کا حساب دینا ہے۔ مدرسے نے مجھے کمزور کر دیا۔ لوگوں کے آگے جھکا دیا۔ اگر کوئی بڑا کام کرنا ہو اور استغنا کے ساتھ رہنا ہو تو مدرسہ یا ادارہ نہ بنانا، زیادہ سے زیادہ مدرس بن جانا، اس میں عافیت ہے۔

۱۶. میں نے کبھی شہرت یا مال طلب نہیں کیا ورنہ مواقع بہت آئے۔ جو کیا کسی خاص وجہ سے کیا۔ ضیاالحق نے ۱۰۱ ایکڑ زمین الاٹ کی مدرسے کے لیے۔ لیکن میں نے قبول نہ کی۔ ایک خادم نے کاغذات مانگے، اس کو دے دیے۔ آج تک دوبارہ وہ نظر نہ آیا۔ بے نظیر نے کئی مرتبہ بلایا لیکن میں نہ گیا۔ مجھے اس سے کیا لینا دینا۔ ایک مرتبہ خود چل کر بکرا پیڑی میں ملنے بھی آئی۔ لیکن پھر بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملاقات سے انکار فرما دیا۔

۱۷. بنیاد ہمیشہ چھپی ہوتی ہے، لیکن عمارت اسی پر کھڑی ہوتی ہے۔ غلام غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھٹو سے ملاقات کی، مسئلہ ختم نبوت سمجھایا۔ اس نے کہا کہ ”میں کیا کروں بیوی نہیں مانتی“۔ حضرت نے بیگم کو بلوایا۔ اس کے سامنے کئی گھنٹے مسئلے کی وضاحت کی، اگلے روز قادیانیوں پر کفر کا فتوی پاس ہو گیا۔

۱۸. غلام غوث ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ”میں نے استخارہ کیا، منجانب اللہ پتا چلا کہ لوگ میرا ساتھ نہ دیں گے“۔

۱۹. ایک اچھا انسان دین، ملک، قوم، ملت کے لیے خیر کا ذریعہ بنتا ہے۔ راحیل شریف نے دین کی ایک صفت، شجاعت کو اپنایا، پورے ملک کے لیے باعث فخر بن گیا۔

۲۰. کھرے کھوٹے کی پہچان ختم ہو چکی ہے۔ ذوق بدل چکا ہے۔ لوگوں کا پیمانہ تولنے کا بدل چکا ہے۔ اصل اور نقل میں فرق نہیں کر سکتے۔ نقل اصل سے بھی آگے نکل گئی ہے۔ ایک امام سعودیہ میں دوران نماز روتا تھا کسی نے پوچھا کیوں روتے ہو، جواب دیا کہ ”الشيخ يبكي فأنا أبكي“ آج کل کے نعت خواں دوران اشعار جھومتے اور ناچتے ہیں، یہ نعت کی بے ادبی ہے۔

۲۱. اپنے متعلقین کو عبدیت کا مراقبہ سکھاتا ہوں۔ کمالات و کرامات کا نہیں۔ نسبت سے قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے شیر تابع ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیل میں پرچہ ڈالا اور دریائے

نیل جاری ہو گیا۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ افریقہ کے جنگلات میں گئے تو حشرات وغیرہ ان کے تابع ہو گئے، ”شاید ہم بدل گئے“۔

۲۲. تمام کمالات علوم و معارف کے حصول کے لیے تہجد کا اہتمام ضروری ہے۔ سورۃ مزمل کی تشریح ہے ”بوجھ اٹھانا ہے، ذمے داری اٹھانی ہے، تو شب بیداری ضروری ہے“ جب میں طالبِ علم تھا تو درسگاہ میں داخل ہوتے ہی طلبہ سے تہجد کی خوشبو آتی تھی۔ نیکی اور تقویٰ کی اپنی ایک خوشبو ہوتی ہے۔ شمس القمر بابا رحمۃ اللہ علیہ جب میرے پاس سے واپس تشریف لے جاتے تو چالیس دنوں تک میرے کمرے میں خوشبو مہکتی رہتی۔

۲۳. ”کفی بالموت واعظا“ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ توشہ نہیں ہے۔ آخرت کا سفر بہت لمبا ہے۔ مراقبہ موت کرنا چاہیے۔ اپنے پاس کوئی ایسا عمل جمع رکھنا چاہیے، جو مرنے کے بعد کام آئے۔ پہلے گناہوں کو چھوڑ دینا چاہیے، اچھائی پیدا ہو۔ سلوک پھر شروع ہوتا ہے۔

۲۴. حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پچیس ہزار مرتبہ ذکر روزانہ کر لیا کرو۔ ایک گھنٹہ مراقبہ۔ ورنہ ۱۵ منٹ تو لازماً ہونا چاہیے۔

۲۵. میں نے پوری زندگی میں ایک قائد اور ایک پیر دیکھا۔ مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۶. ہمارے علاقے کے بڑے عالم تھے ” شیخ افضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ“ شیخ القرآن تھے۔ مجھ سے بڑی محبت فرماتے، بڑی میزبانی کرتے۔ ان کا انتقال ہوا تو ان کا ایک شاگرد گلگت سے آیا۔ برف کا زمانہ تھا۔ شیخ کو قبر میں رکھا تو وہ بھی ساتھ قبر میں اتر گیا۔ حضرت سے چمٹ گیا اور کہا کہ ”میں شیخ کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا“ لوگوں نے زبردستی کی تو بندوق نکال لی اور کہا کہ میں ہرگز نہ نکلوں گا، مغرب کا وقت تھا برف بہت زیادہ تھی۔ آخر بڑی مشکل سے اس کو باہر نکالا۔ اپنے شیخ سے ایسی محبت تھی کہ ذہن متاثر ہو گیا۔

۲۷. ایک شخص میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ”میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے اور سورہ یاسین سنائی ہے“ خواب میں زیارت ممکن ہے۔ دل کی نگاہ اور ہوتی ہے۔ عشقِ حقیقی دل کی گہرائیوں میں

اترتا ہے تو عجیب معاملات ہوتے ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سو مرتبہ اللہ کی زیارت کی۔

۲۸. شیخ عبدالحق ردولی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مشہور بزرگ تھے۔ اکثر استغراق کی کیفیت میں رہتے۔ ایک مرتبہ ردول سے باہر نہر کے کنارے بیٹھ گئے۔ کئی دن عالم استغراق میں رہے۔ اچانک ہوش آیا، خادم سے دریافت کیا کہ "ردول میں نہر کہاں سے آئی؟" خادم نے عرض کی کہ حضرت ردول سے باہر ہیں۔ فرمایا چلو واپس چلیں، منصور حلاج کے متعلق فرماتے تھے: منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ جوش می آمد ترجمہ: منصور بچہ تھا۔ ایک قطرہ معرفت پیا اور چیخ اٹھا۔ یہاں معرفت کے دریا پی چکے ہیں اور ڈکار تک نہیں آتی۔

عالم استغراق کے باوجود ان کی کوئی نماز بھی قضا نہ ہوئی۔ جو جتنا عظیم ہو گا اس میں عبدیت اتنی زیادہ ہو گی۔

۲۹. مریدین کی تعریف سے خوش نہیں ہونا چاہیے۔ یہ انسان کو ٹھیک ٹھاک جہنم میں پہنچا دیتے ہیں۔ فوراً ٹوک دینا چاہیے۔ پہلے دور میں اور آج میں فرق یہ ہے کہ آج ہر ایک خود کو قائد سمجھتا ہے۔ حبِ جاہ اور حبِ مال کا غلبہ ہے۔ حق گوئی ختم ہو چکی ہے۔ پہلے برائی کی ہر ایک مخالفت کرتا تھا۔ خطبوں میں بیانات میں۔ آج خود مبتلا ہیں، لہٰذا بولنا ممکن نہیں۔

۳۰. ہمیشہ پیر اتنے پھیلاؤ جتنی چادر ہو۔ اتنا نہ اچھلے کہ پگڑی سے باہر نکل جائے۔ مجھے تکلفات سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ آگے پیچھے پہرہ داروں کا ہجوم۔ بندوقوں کی نمائش۔ یہ درویشی نہیں ہے۔

۳۱. "الإنفاق في الإقتار" تنگ دستی میں خرچ کرنا دست غیب کا وظیفہ ہے۔

۳۲. جنات جو مال لاتے ہیں وہ حرام ہے۔ چوری کا ہے، تعویذات و عملیات سے بچنا چاہیے۔ اس کی وجہ سے مستورات سے میل جول ہوتا ہے۔ زیادہ تر مستورات ان بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ اکثر ذہنی مرض ہوتا ہے۔

۳۳. بڑوں کی نقالی نہیں کرنی چاہیے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہوتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک شخص پر جن آ گیا۔ حضرت نے اپنی نعلین بھیجیں اور فرمایا کہ اس سے جا کر کہہ دو کہ اگر نہ گیا تو اسی جوتے سے پٹائی کروں گا۔ حضرت کے انتقال کے بعد دوبارہ اس شخص پر جن آیا۔ ان کے شاگرد نے اپنی نعلین بھیجیں اور یہی پیغام دیا۔ جن نے جواباً کہا کہ اس شاگرد سے جا کر کہہ دو کہ یہ جوتا ہو گا اور تیرا سر ہو گا۔ وہ

جوتا اور تھا، جس سے ہم ڈرتے تھے۔

۳۴. میں بنات کے مدارس کی مخالفت کرتا ہوں۔ اس میں بڑے شرور اور فتن ہیں۔ قرآن پاک میں "غافلات" کی تعریف کی گئی ہے۔ بنات کے مدارس کے جو معاملات سامنے آئے ہیں انتہائی تکلیف دہ ہیں۔

۳۵. قصیدہ بردہ ہر ایک کو نہیں پڑھنا چاہیے۔ اس کا بڑا اثر ہے۔ ہر شخص میں قوت مدافعت نہیں ہوتی۔

۳۶. میرے نزدیک ہر کتاب خاص ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ کوئی اچھی کتاب دے دیں۔ میں نے قرآن دیا۔ کہنے لگا کوئی اور میں نے کہا کہ اللہ کے بندے! اس سے اچھی کتاب اور کون سی ہو سکتی ہے۔ لوگوں کا ذوق بدل گیا ہے۔ اسرارِ الٰہی، معرفتِ الٰہی اور قربِ الٰہی کے لیے قرآن سے تعلق ضروری ہے۔

۳۷. میرے نزدیک سب سے اہم چیز نماز ہے۔ یہ ایک ترازو ہے، جس میں انسان کو تولا جا سکتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "الصلاۃ مکیال" نماز ایک ترازو ہے۔

۳۸. فقر خشوع وغیرہ قلب میں ہو اور ظاہر بادشاہوں جیسا ہو تو اللہ کا مقرب ہے۔

۳۹. ہر کوئی اپنا وظیفہ ضرور لیتا ہے۔ طلبہ ہر ماہ وظیفہ لیتے ہیں۔ کام کرنے والے بھی وظیفہ نہیں چھوڑتے۔ ہمیں بھی وظیفہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اہل اللہ فرماتے ہیں کہ تارك الورد ملعون۔

۴۰. میری تحقیق کے مطابق نیک ارواح کا مستقر علیین میں ہے۔

۴۱. اپنے نفس کو آمادہ کرنا چاہیے۔ اپنے دل میں سوچو کہ آخر مجھے کیا کرنا ہے۔ پھر اللہ پر بھروسہ کر کے اس راہ پر ڈٹ جاؤ۔ مجھے وہ مسجد ابھی تک یاد ہے۔ جہاں بیٹھ کر میں نے مستقبل کا فیصلہ کیا۔ میں بہت چھوٹا تھا۔ دل میں مختلف خیالات آئے، میں نے اپنے نفس کو مخاطب کیا کہ دو راستے ہیں۔ ایک میں اللہ کا قرب اور اس کی رضا ہے۔ دل میں مستقبل اور عبدیت کے حصول کا فیصلہ کیا۔ جب کسی راہ کو اپنا لو تو پھر پلٹ کر واپس نہ دیکھو۔

۴۲. یک رخ ہو جاؤ۔ یک قبلہ ہو جاؤ۔ یک جہت ہو جاؤ۔ یکسو ہو جاؤ۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا　　سراپا موم ہو جا یا سنگ ہوجا

نماز سے قبل کہتے ہو کہ منھ میرا کعبے کی طرف، دل تو کہیں اور ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چہل سال عمر عزیزت گذشت　　مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

میں نے پوری عمر گزار دی لیکن اب پتا چلا کہ ابتدا ہی میں ہوں۔ پہلے اصلاح کی فکر نہ تھی، جب ذرا سی فکر اور احساس پیدا ہوا تو پیر بن گئے۔ ہائے افسوس!

۴۳. حضرت یونس علیہ السلام کا وظیفہ مقبول وظیفہ ہے۔ اس کی دلیل مقبولیت کی یہ ہے کہ یہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ انھوں نے سوالاکھ ختم نہیں کیے تھے۔ دل کی گہرائی سے تنہائی میں درد سے پکارا تھا۔

۴۴. در سے درد ملتا ہے اور درد سے در ملتا ہے۔ یعنی اللہ والوں کے در سے درد ملتا ہے۔ اور اس درد سے اللہ کا در ملتا ہے۔

۴۵. کتاب بہترین ساتھی ہے اور ''الکتاب'' کا تو کیا ہی کہنا۔

۴۶. ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا اور لکھا کہ جادوگر نقالی کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے بچ گئے۔ میرا اجتہاد ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقالی کرے گا وہ آخرت کے عذاب سے یقیناً بچ جائے گا۔

۴۷. مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　بسا کیں دولت از گفتار خیزد

عشق و محبت کے لیے دیدار ہی سبب و کافی نہیں۔ بلکہ بار بار ملاقات، بار بار کہ دیدار، بار بار کے تذکروں سے یہ نعمت حاصل ہوتی ہے۔ سیرت کو خوب بیان کریں خوب غور و فکر اور مطالعہ ہو۔

۴۸. بزرگوں کے الفاظ کی بھی اپنی نورانیت ہوتی ہے جیسا سنیں ویسا پہنچائیں۔

۴۹. حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے والد کو ڈاکٹروں نے مطالعے سے منع کیا کہ '' آنکھ کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔'' حضرت نے مطالعہ بڑھا دیا کہ چلو کچھ کام تو جلدی جلدی ہو جاوے۔ بیماریوں کی پرواہ نہ کرنی

چاہیے۔ ہمت و عزم مضبوط رکھنا چاہیے۔

۵۰. پیر فارسی زبان کا لفظ ہے اور مرشد عربی کا۔ مرشد کے معنی ہیں راہ دکھلانے والا۔ مثال: ایک شخص کسی سخی کے دروازہ پر بھیک مانگنے گیا، عاجزی و زاری سے بھیک مانگی، اس کی جھولی بھر دی گئی۔ واپسی پر دوسرا شخص ملا، اس نے کہا: ''میری امداد کر دو''، اس نے بتایا کہ میں فلاں سخی کے دروازے پر گیا اور اس انداز سے مانگا، میری جھولی بھر دی گئی، تم بھی جاؤ، اس طرح مانگو، مجھ سے زیادہ پاؤ گے۔ یہ ہے پیر و مرشد کا کام کہ راستہ اور طریقہ بتلاتا ہے۔

۵۱. میرا کوئی مرید نہیں۔ مرید وہ ہوتا ہے جس کی کوئی مراد ہو۔ سب کی مراد اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہے۔

۵۲. مجھ سے بعض ساتھیوں نے کہا کہ سیرت پر کتاب لکھوں۔ کتابیں بہت ہیں۔ ہر مضمون پر ہیں۔ مزید کی ضرورت نہیں۔ پڑھنے والا ہونا چاہیے۔

۵۳. کسی نے زمانے پہلے مجھ سے کہا تھا کہ ''سیرت پر بہت کچھ لکھا گیا مگر تشنگی باقی ہے''، میں اس وقت یہ بات نہ سمجھا۔ آج میں بھی یہی کہتا ہوں کہ بہت کچھ لکھا گیا مگر تشنگی ابھی بھی باقی ہے۔

۵۴. مجھے جھوٹ اور دھوکے سے سخت نفرت ہے۔ جو بات دل میں ہوتی ہے وہ کہہ دیتا ہوں، چاہے سامنے کوئی بھی ہو۔

۵۵. فقیر دو طرح کے ہوتے ہیں بعض ایسے ہیں کہ جتنی تکلیف بھی دے دو وہ معاف کرتے ہیں۔ لیکن بعض ایسے ہیں جن کو چھیڑنے سے انسان کی پوری زندگی چھڑ جاتی ہے۔ ہر ایک کے ساتھ کھیلنا نہیں چاہیے۔ قریب نہ آؤ۔ آؤ تو برداشت کرو۔ دوستی میں ہتھوڑے بھی پڑیں تو برداشت کرو۔

یا مکن با پیلبانان دوستی　　　یا بنا کن خانہ ای در خوردِ پیل

یا ہاتھی والوں سے دوستی نہ کرو یا دوستی کرو تو اپنا دروازہ ہاتھی کے برابر بنا لو۔

۵۶. علم سے مانع تصوف، نام نمود اور شہرت ہے۔ ہمارے اکابر و علمائے دیوبند سب صاحب نسبت، اہل دل، اہل اللہ تھے۔ لیکن انھوں نے اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں کو علم دین پر صرف کیا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مثال ملنا مشکل ہے، ہر فن میں کمال تھا، لیکن درس و تدریس کو مشغلہ بنایا زندگی بھر۔

علم و علماء شریعت کے محافظ اور اس کی بقا کا ذریعہ ہیں۔

۵۷. حضرت آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائک ہونے کا شرف اسی علم کی وجہ سے ملا ورنہ فرشتے تو ذکر، تسبیحات میں ہر وقت مشغول ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ ذکر میں مشغول ہے۔ انسان اشرف المخلوقات علم کی وجہ سے ہے۔ ہزاروں عابد عالم کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میری زندگی بھر کی تمنا یہ ہے کہ اچھے علماء، حفاظ اور قُرا پیدا ہوں۔ نتائج مرتب کرنا اللہ کے اختیار میں ہے علماء تمام فتنوں کے لیے سدِ سلیمانی ہیں۔ جب تک علم ہے کوئی خطرہ نہیں۔

۵۸. کبھی جھوٹ نہ بولنا کیونکہ جھوٹے کو یاد نہیں رہتا کہ میں نے کیا کہا تھا، اس سے حافظہ خراب ہو جاتا ہے۔ اللہ کی لعنت جھوٹے پر ہے۔ سچ نجات دیتا ہے، جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔

۵۹. "إن ربي رحيم ودود" دنیا کا یہ دستور ہے کہ محب اگر غیر مخلص ہو تو سامنے والا اس سے محبت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ یہ جانتے ہوئے بھی کہ بندہ غیر مخلص ہے محبت فرماتے ہیں۔ تو جب کوئی اخلاص کے ساتھ اس کے در پر جائے، تو کیا خیال ہے، کیسے معاملات محبت کے پائے گا؟

۶۰. ادارے اور خانقاہیں بڑے خون و جگر سے بنتی ہیں۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ ان کے پوتے نے مجھے بتایا کہ دادا جان رات کو ایسا روتے تھے جیسا بچے کو کوئی مار رہا ہو اور وہ بچہ رو رہا ہو۔ میں دادی جان سے پوچھتا کہ دادا کو رات کون مارتا ہے؟ فرماتیں کہ ان کو کوئی نہیں مار رہا۔ یہ اللہ کی محبت میں رو رہے ہیں۔ ان کے آنسوؤں کا اثر ہے کہ آج ہزاروں طلبہ جامعہ حقانیہ اکوڑا خٹک میں موجود ہیں۔

۶۱. میرے پاس پرانے لوگوں کی باتیں ہیں۔ پرانے قصے ہیں۔ اور تصوف بھی پرانا ہے۔ میں نئی چیزوں سے ناواقف ہوں۔

۶۲. رات کو اٹھنے کی عادت بناؤ۔ اپنی فقیری اور عاجزی کا اظہار کرو تا کہ مستقبل میں دروازے کھل جائیں۔ آٹھ رکعت نماز تہجد کی کوشش کریں یہ سنت ہے۔ سورۃ یاسین قرآن پاک کا دل ہے۔ سحری کا وقت رات کا دل ہے اور بندے کا دل ہے جب تین دل جمع ہوں، اس وقت دعا کریں۔

۶۳. کلمہ طیبہ کے ذکر کی خوب مشق کرنی چاہیے۔ اس حد تک کہ رگ و ریشے میں یہ کلمہ اتر جائے۔ تا کہ موت

کے وقت کلمہ جاری ہو۔

۶۴. استاد کے تقوے للّٰہیت اور دعا کی برکت سے شاگرد تیار ہوتے ہیں۔ ان میں بڑی استعداد ہوتی ہے۔ یہ بڑی جذباتی قوم ہے۔بس ان پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں نظر آتی ہے ان کو منزل اپنی آسمانوں میں

کام کے لیے جوش وجذبے کی ضرورت ہوتی ہے. جوش وجذبہ نہ ہو تو کام نہیں ہوسکتا۔

۶۵. جب تک یقین کامل نہ ہو کسی بھی پروگرام میں کامیابی نہیں ہوسکتی۔ دین کی خدمت کا طریقہ یہ ہے کہ ایک آدمی کو لے کر بیٹھو۔ اسے اپنا ہم مزاج بناؤ۔ پھر اگلی مرتبہ وہ دو بندے تیار کر کے لائے، آپ دو بندے تیار کر کے لاؤ۔ پھر بیٹھو۔ کل چھ ہو گئے۔ ان میں سے تین بھی تیار ہو گئے تو بڑی بات ہے۔ اس انداز سے پورے ایک ماہ میں کتنے ہو جائیں گے؟ لیکن اگر مجمع کا، اسپیکر وغیرہ کا انتظار ہی کرتے رہے، تو دین کا کام نہیں ہوگا۔

۶۶. لوگ سمجھتے ہیں کہ پیر کی نگاہ سے انسان کا کام بن جاتا ہے۔ ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ خیال سراسر غلط ہے۔

۶۷. حضور ﷺ سے بڑی ذات کس کی ہوسکتی ہے۔ پھر بھی اللہ پاک نے حضور کے ذریعے امت کو بتلایا۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط غیر مجاہدے کے اللہ کا قرب نہیں ملتا۔ سب سے پہلا مجاہدہ گناہ کو چھوڑنے میں ہے۔ اپنے نفس کو دبا کر انسان گناہ چھوڑ دے تو اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

۶۸. سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ سوات کے بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ایک رات تہجد کے لیے اٹھے تو دیکھا کہ سویرے ایک ہندو سخت سردی میں نہا رہا ہے۔ اپنے اوپر پانی گراتا ہے اور رام رام کرتا ہے۔ سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ نے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ نماز کے بعد اپنے متعلقین کی طرف متوجہ ہوئے اور پشتو کا شعر کہا جس کا مطلب ہے کہ ”میں نے بیوہ کے ماتھے پر ٹیکا لگے ہوئے دیکھا۔ تو جو عورتیں شادی شدہ ہیں ان کو تو دو ٹیکے لگانے چاہئیں“۔ یعنی مسلمانوں کو اللہ کے پانے میں اور بھی زیادہ مشقت اور مجاہدہ کرنا چاہیے۔

۶۹. مثالوں اور قصوں سے بات انسان کے ذہن میں اچھی طرح مستحضر ہوجاتی ہے۔ مشکل سے مشکل بات کا سمجھنا اس کے ذریعے آسان ہوجاتا ہے۔

۷۰. رات کو جاگو، جو جاگتا ہے معشوق اسی کو ملتا ہے، جو سویا وہ کھویا۔

فقیری دل کی کیفیت کا نام ہے۔ فقیر وہ ہے جس کے دل میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہ ہو۔ پیروں کو گمراہ کرنے والے اصل مرید ہوتے ہیں۔ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ ﴿۱۷﴾

۷۱. ترجمہ: کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا یا یہ خود گمراہ تھے؟ قیامت کا دن ہوگا۔ ایک طرف جنت دوسری طرف جہنم ہوگی۔ حساب لینے والی ذات اللہ کی ہوگی۔ اس وقت یہی مرید انسان کو گھسیٹے گا۔ اگر لوگوں کی اصلاح میں خیر کا پہلو ہے تو دوسری طرف یہ پہلو بھی ہے۔

۷۲. جوانی میں مدینہ منورہ میں پوری رات مسجدِ نبوی کے اندر بابِ جبریل کے ساتھ گزارتا اور پوری رات درود شریف پڑھتا، دلائل الخیرات مکمل ختم کرتا۔

۷۳. تصوف تسبیحات کا نام نہیں ہے کہ چوبیس ہزار مرتبہ تسبیح ہوگئی۔ نہ تصوف وظائف کا نام ہے، بلکہ یہ تو دل کے اللہ اور حضور ﷺ سے تعلق کا نام ہے۔ دل سے پوچھنا چاہئے کہ اللہ اور رسول ﷺ سے کتنا تعلق ہے؟

۷۴. کوہستانی عورتوں کے دلوں میں طالبِ علموں کی خدمت کا اللہ نے بڑا جذبہ رکھا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ہم چھوٹے سے تھے۔، ان کے گھروں پر روٹیاں مانگنے جاتے تھے۔ ان کے گھروں میں ایک مٹھی آٹا ہوتا تھا۔ ہم سب سے بڑی محبت سے کہتیں کہ آو میرے پھول! میں تمھیں روٹی دیتی ہوں۔ چنانچہ اسی آٹے سے وہ طلبہ کے لیے روٹی پکا دیتیں اور خود فاقہ کرتیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مجلس

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على سيد المرسلين سيدنا و نبينا محمد و على أله و أصحابه و أتباعه أجمعين-

أما بعد! قال ابن عباس رضي الله عنهما: إن للحسنة ضياء في الوجه و نورا في القلب و سعة في الرزق و قوة في البدن و محبةً في قلوب الخلق --- إلى آخر الحديث- كنز العمال-

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو دو صفات کے کسب پر قدرت عطا کی ہے، جن میں سے ایک نیکی ہے اور دوسری برائی ہے ہر دو میں سے کوئی بھی ایک فعل جب انسان سے صادر ہوتا ہے تو وہ چھپتا نہیں ہے اور اس کے اثرات دنیامیں بھی سامنے آتے ہیں اور آخرت میں بھی اس کے اثرات وزن کیے جانے والے اعمال کو متاثر کریں گے۔

باری تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ قیامت کے دن انسان کے اعمال کا وزن کیا جاے گا اللہ تبارک وتعالیٰ کا نیکی اور برائی دونوں سے متعلق یہ اٹل قانون ہے کہ وہ انسان کی نیکی کو ضائع نہیں کرتے ہیں اور اسی طرح برائی کو مٹاتے نہیں ہیں، جب تک کہ انسان سچے دل سے توبہ نہ کرلے نیکی ہو یا برائی ہو یہ دونوں چیزیں چھپانے سے نہیں چھپتی ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ مختلف صورتوں میں ان کو افشا کردیتے ہیں غرضیکہ نیکی ہو یا برائی ہو، انسان کے اقوال وافعال سے ظاہر ہوتی ہیں اور اس کا انعکاس انسان کے احوال گفتار اطوار اور اعمال سے ہوجاتا ہے، چنانچہ انسان کو کبھی بھی یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ وہ کوئی بھی عمل چاہے نیکی کرے یا برائی کرے اور پھر وہ ختم ہوجائیں، ہرگز نہیں! اس لیے کہ نیکی اور برائی ایک بیج کی مانند ہیں جو کہ دھیرے دھیرے ایک پودے اور پھر ایک درخت کی صورت اختیار کرلیتی ہیں اور پھر ایک نئی شکل میں انسان کے سامنے آجاتی ہیں، یہاں تک کہ جب یہ ایک نئی صورت میں انسان کے سامنے متشکل ہوتی ہیں تو اس وقت تک انسان یہ بھول چکا ہوتا ہے کہ جس تناور درخت سے آج یہ پریشان یا خوش ہے ماضی میں اس نے اسی قسم کے پھل کے لیے یہ بیج بویا تھا۔

نیکی اور برائی کے پوشیدہ نہ رہنے کے قانون کو تمثیلاً یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ میرے شیخ کے شیخ حضرت دادا پیر رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ سندھ کی سرزمین پر آنے کا اتفاق ہوا اور ان کے ہمراہ ان کے مریدین اور مخلصین کی ایک جماعت بھی تھی، کسی نے یہ خبر دی کہ یہاں قریب میں ایک بزرگ مقیم ہیں، جو کہ بہت نیک انسان ہیں چنانچہ میرے شیخ کے شیخ حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے ان بزرگ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور دل میں یہ

ارادہ کیا کہ وہ اکیلے ہی ان سے ملنے جائیں گے، مگر اس ارادہ کا جب انھوں نے اپنے مریدین اور مخلصین کے سامنے اظہار کیا تو انھوں نے یہ مشورہ دیا کہ ہم بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتے ہیں۔

حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدین سے یہ ارشاد فرمایا کہ نیک لوگوں اور اللہ والوں کے پاس مجمع لگانا بے ادبی میں شمار ہوتا ہے مگر ان کے مریدین اس پر مصر رہے کہ حضرت ہم آپ کو اکیلے نہیں جانے دیں گے، یہاں تک کہ ایک مرید نے یہ رائے دی کہ حضرت آپ لوگوں کے مجمع سے تنگ ہوتے ہیں تو یوں کریں کہ آپ اپنا عصا، چادر اور جبا مجھے دے دیں تو یوں آپ پہچانے نہیں جائیں گے اور میں آپ کی یہ تینوں چیزیں اپنے ہاتھ میں لے لوں گا اور میں آگے ہو جاؤں گا۔ آپ پیچھے آئیے گا اور یوں ان بزرگ سے ہماری بھی ملاقات ہو جائے گی۔ حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور یوں ان بزرگ سے ملاقات کے لیے روانگی قرار پائی، کسی نے ان بزرگ کو حضرت قریشی کے آنے کی خبر دے دی اور وہ بزرگ حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لیے اپنے گاؤں سے باہر آ گئے، جب قافلہ پہنچا تو سب سے آگے وہ شخص تھا کہ جس کے ہاتھ میں فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی چادر، عصا اور جبہ تھا تو بزرگ ان کے پاس آئے اور ان کو ایک طرف کو ہٹا دیا اور اس طرح اس قافلے میں جتنے بھی لوگ تھے ان کو ہٹاتے ہٹاتے سیدھا فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور ان کو اٹھایا اور ان سے معانقہ کیا چنانچہ اس پورے قافلے میں، جو نیک انسان چھپنا چاہ رہا تھا وہ چھپ نہ سکا۔

سر منڈوانے سے کوئی شخص قلندر نہیں ہو جایا کرتا ہے اور یہی بات اہم امور میں سے ہے کہ جس طرح نیکی کو جتنا بھی چھپاؤ نہیں چھپتی ہے، بلکہ ظاہر ہو جایا کرتی ہے، بالکل اسی طرح برائی بھی چھپتی نہیں ہے، بلکہ مختلف اشکال میں ظاہر ہو جایا کرتی ہے، چنانچہ جس کا عمل اچھا ہو اور ایمان پکا ہو تو اس کے پرانے کپڑے بھی معطر ہوتے ہیں، لیکن جس کا عمل خراب ہو اور ایمان متزلزل ہو تو اس کے نئے کپڑے بھی بدبودار ہوتے ہیں۔

ایک طالبِ علم جو دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھا۔ باہر سے پڑھنے کے لیے آیا کرتا تھا اس کا ایک بستی پر سے گزر ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ وہ طالبِ علم حسب معمول پڑھنے کے لیے دار لعلوم دیوبند آ رہا تھا کہ راستے میں ایک بڑھیا نے اس کو روکا اور کہا کہ میری مالکن آپ سے ایک مسئلے کے بارے میں دریافت کرنا

چاہتی ہے آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔ یہ طالبِ علم خداترس اور اہل اللہ میں سے تھا، وہ اس بڑھیا کے ساتھ چل پڑا اور بڑھیا اس طالبِ علم کو اپنے ساتھ گھر میں لے گئی اور ایک کمرے میں لے جاکر دروازہ بند کر دیا، جب عورت آئی تو اس نے اس طالبِ علم سے کہا کہ میں جیسا کہوں گی ویسے ہی کرنا اگر حکم کی تعمیل میری خواہش کے مطابق نہ کی گئی تو میں تمھاری عزت کو خاک میں ملا دوں گی اور تم کسی کو منھ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے تو طالبِ علم سارا ماجرا سمجھ گیا کہ یہ عورت اس کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھتی ہے، طالبِ علم نے قضائے حاجت کا اظہار کرتے ہوئے بیت الخلا کے بارے میں دریافت کیا چنانچہ جب یہ طالبعلم بیت الخلا میں گیا تو اس نے ساری گندگی اپنے اوپر ڈال دی اور اپنے ہاتھوں پر اس گندگی کو لگا دیا جب باہر آیا تو عورت کو اس سے گھن آنے لگی اور اس نے دروازہ کھول دیا یہ طالبِ علم تیزی سے قریب میں موجود نہر کی طرف دوڑ پڑا اور وہاں پہنچ کر اپنے کو پاک صاف کیا اور اپنے کپڑوں کو دھویا اور دھونے کے بعد انھیں گیلے کپڑوں کو دوبارہ پہنا اور جلدی سے اپنے سبق میں حاضری دی اس وقت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پڑھا رہے تھے، یہ طالبِ علم دیر سے پہنچا جب درس حدیث مکمل ہوا تو حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے دریافت کیا کہ آج کسی سے بہت اچھی خوشبو مہک رہی ہے تو یہ خوشبو کس نے لگائی ہے اور کہاں سے لی ہے بار بار دریافت کرنے پر دوسرے طلبہ نے یہ بتایا کہ حضرت ہم نے خوشبو نہیں لگائی ہے، بلکہ یہ خوشبو ہمارے ساتھی سے مہک رہی ہے جو درس میں تاخیر سے آیا ہے حضرت مدنی نے اس طالبِ علم سے دریافت کیا کہ ایک تو تم دیر سے آئے ہو اور کپڑے بھی تمھارے گیلے ہیں اور خوشبو بھی تم سے مہک رہی ہے، اگر تمھیں کپڑے دھونے ہی تھے تو یہ کام پہلے نہیں کر سکتے تھے کہ تم درسِ حدیث میں تاخیر سے نہ پہنچتے، تو جواب میں اس طالبِ علم نے کہا کہ حضرت میں گھر سے بروقت نکلا تھا اور میں نے کسی قسم کی خوشبو کا استعمال نہیں کیا اور اپنے ساتھ ہونے والے پورے واقعے کو تفصیل سے بیان کر دیا۔

چنانچہ یہی آج کی اس مجلس کا موضوع ہے کہ نیکی کو جتنا بھی چھپاؤ وہ چھپتی نہیں ہے، بلکہ اس کا اظہار ہو کر رہتا ہے، جبکہ برائی اور گناہ پر قہر خدا ہے تو اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو قہر خدا سے بچائیں اور ان کو نیکی کی طرف راغب کریں اور ان کو اللہ کے ذکر کی طرف راغب کریں اور خود بھی اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جائیں اور اس

مقصد کو پہچانیں کہ اللہ کے ذکر کا مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی کو حاصل کرنا ہے اور بدقسمتی سے آج کا مسلمان ،جب اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کے مقاصد ہوا کرتے ہیں اور جب ذکر کے بعد مقاصد بر نہیں آتے تو وہ اللہ کے ذکر کو چھوڑ دیتا ہے جو کہ نری جہالت ہے اگر انسان اللہ کا ذکر اس مقصد کے ساتھ کرے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ یہ زمان و مکان آپ کے ہی ہونگے اور اللہ کی مخلوق آپ سے محبت کرے گی اور آپ لوگوں کے قلوب میں جگہ کرلیں گے۔

جب انسان کو اللہ مل گیا تو اس کا مقصد یہ ہوا کہ اس کو پوری کائنات مل گئی بالکل اسی طرح جیسا کہ سلطان محمود اپنے غلام ایاز سے بڑی محبت اور بڑا تعلق رکھتا تھا، جو کہ باقی تمام لوگوں کو بہت ناگوار گزرتا تھا اور لوگوں نے کئی مرتبہ اس کی شکایت بھی کی ایک مرتبہ سلطان محمود نے اپنا دربار لگایا اور دربار میں موجود تمام لوگوں سے کہا کہ جس کو جو چاہیے وہ مانگے اس کو وہ چیز مل جائے گی، چنانچہ لوگوں نے اپنی اپنی ضروریات اور خواہشات کے مطابق مختلف چیزوں کی بابت اظہار کیا، آخر میں جب بادشاہ ایاز کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ ایاز تم بتاؤ کہ تمھیں کیا چاہیے؟ تو ایاز نے محمود کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ مجھے تو آپ چاہیے، اس لیے کہ اگر تو مجھے مل گیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ساری بادشاہت مجھے مل گئی چنانچہ جس شخص کو اللہ مل جائے تو ساری کائنات اس کی ہو جاتی ہے اگر آپ اللہ کے قرب کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو آپ کے لیے تمام چیزوں کا حصول اس کائنات میں آسان اور ممکن ہو جائے گا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے ان کے زمانے میں ایک شخص ان کے پاس آیا اور عرض کی کہ میرا ایک بھائی ہے، جس پر جن آتے ہیں اور اسے سخت پریشان کرتے ہیں جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ آپ میرا جوتا لے جائیں اور اس جن کو دکھائیں، جب وہ شخص امام مالک کے جوتے کو لے گیا اور جن کو وہ جوتا دکھایا تو اس نے توبہ کرلی اور پھر نہ آنے کا عہد کرلیا اور اس کے بعد جب امام مالک کا انتقال ہو گیا تو وہ دوبارہ آگیا اور اس کو پریشان کرنے لگا تو اس شخص کا بھائی دوبارہ مسجد نبوی آیا، مگر امام مالک موجود نہ تھے وفات پا چکے تھے اور وہاں کوئی اور شخص موجود تھا تو اس شخص نے تمام ماجرا وہاں موجود کسی دوسرے مولوی صاحب کو بتلایا تو انھوں نے یہ کہا کہ اچھا اب تم ایسا کرو میرا جوتا لے جاؤ اور اس جن کو دکھاؤ، جب یہ شخص

اس جوتے کو لے گیا تو اس جن کو بہت غصہ آیا اس نے کہا کہ وہ جوتا کوئی اور ہوتا تھا کہ جس سے میں بھاگتا تھا اور توبہ تائب ہوتا تھا یہ تو اس جوتے کی توہین ہے جو تم لائے ہو اب یہ جوتا ہوگا اور اس مولوی صاحب کا سر ہوگا۔ چنانچہ نقالی کرنے اور وضع قطع اختیار کرنے سے کوئی شخص باکمال نہیں ہوتا ہے بلکہ انسان کو کمال اور عروج تک جو چیز پہنچاتی ہے اس کے اندر موجود ایک جوہر ہے جو کہ ایمان ویقین کا جوہر کہلاتا ہے۔

قاضی شجاع آبادی جو کہ ایک بڑے بزرگ تھے انھوں نے ایک مرتبہ ایک ہندو راجہ کا قصہ سنایا کہ ہندو راجہ نے اپنے نوکر سے کہا کہ ایک کلو کباب تیار کرو جب کباب تیار ہو گئے تو ہندو راجا کی بیوی آئی اور وہ کباب کھا گئی جب ہندو راجہ نے دسترخوان پر کباب نہ پایا تو نوکر سے دریافت کیا کہ کباب کہاں ہے بیوی فوراً بول پڑی کہ کباب تو بلی کھا گئی بلی سامنے ہی موجود تھی تو ہندو راجا فوراً اٹھا اس نے بلی کو پکڑا ترازو منگوایا اور اس ترازو میں ایک طرف بلی کو بٹھایا اور دوسری طرف ایک کلو کا وزن رکھا تو وزن بالکل برابر نکلا تو ہندو راجہ نے فورا کہا کہ اگر یہ بلی ہے تو کباب کہاں گیا؟ اور اگر کباب ہے تو بلی کہاں گئی۔ مقصد یہ ہے کہ اس بات کا دعوی کرنا کہ میرا تعلق فلاں اور فلاں سلسلے سے ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پھر اس مدعی کی عزت اور اس کے فیوض وبرکات بھی اس طرح ہونی چاہیے، جس طرح ان سلاسل کے بزرگوں کے واقعات تاریخ میں موجود ہے تو قاضی شجاع آبادی نے اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ اگر یہ اسلام ہے تو پھر ان کی عزت کہاں گئی اور اگر یہ ان کی عزت ہے تو پھر دعوی کرنے والوں کا اسلام کہا گیا؟ چنانچہ اپنے آپ کو ٹٹولنا چاہیے کہ ہم کس مقام پر ہونے کا دعوی کر رہے ہیں اور حقیقت میں ہم کس مقام پر موجود ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ تمھاری صورتوں کو اور مال و دولت کو نہیں دیکھتے ہیں، بلکہ تمھارے اقوال واعمال کو دیکھتے ہیں۔

چنانچہ انسان کو اپنے آپ کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہیے اور یہی آج کا موضوع تھا، مگر ابتدا میں بیان کی گئی حدیث وقت کی قلت کے باعث پوری بیان نہیں ہو سکتی۔ صرف ان معروضات اور گزارشات کے ساتھ میں اپنی بات کا اختتام کرتا ہوں کہ اپنے آپ سے دھوکا نہ کریں اگر ایک انسان باہر ملک سفر کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ اپنے ساتھ جعلی کرنسی رکھے گا تو اس کا نقصان صرف اسی انسان کو ہوگا اور کسی کو نہیں ہوگا بالکل اسی طرح جب ہم سفر آخرت کی طرف رواں دواں ہیں، ان اعمال پر ایمان ویقین رکھنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں

مقبول ہوتے ہیں تاکہ ہمارا سفر آخرت اچھا ہو جائے۔

ابتدا میں بیان کی گئی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ نیکی چھپ نہیں سکتی ہے چاہے اس کو جتنا بھی چھپانے کی کوشش کی جائے اس لیے کہ وہ انسان اور اس کے چہرے پر اللہ کا نور ہوتا ہے اور اس کا چہرا ترو تازہ ہوتا ہے اور اس کے چہرے پر ظلمت کے آثار نہیں ہوا کرتے ہیں۔

نیکی انسان کے ظاہر کو متاثر کرتی ہے جو کہ اس انسان کے چہرے پر نمودار ہوتی ہے اللہ کے نور کی صورت میں۔ اسی طرح انسان کے باطن کو بھی متاثر کرتی ہے اور اس کے قلب کو جلا بخشتی ہے اور انسان کا دل مطمئن ہوتا ہے کیونکہ ایسا دل جو اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو زندہ ہے، اور وہ دل مردہ ہوتا ہے جو اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے، ایسے انسان کو اطمینانِ قلبی حاصل نہیں ہوتا، وہ ہر وقت پریشان اور بے سکونی کی حالت میں رہتا ہے۔

نیکی اور اچھے عمل انسان کے رزق پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں اور اچھے اعمال سے ہی انسان کو رزق کے معاملے میں پریشانی نہیں ہوتی ہے اور رزق کی تنگی بھی نہیں ہوتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس انسان کے رزق میں کشادگی عطا فرماتے ہیں۔

نیکی اور اچھے اعمال کا نتیجہ انسان کے بدن پر بھی ظاہر ہوتا ہے اور انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کو قوت بدنی بھی عطا کرتے ہیں اور امراض کو اس انسان سے دور رکھتے ہیں اور یہ نیکی انسان کے ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ ہوتی ہے اور یہ بدنی صدقہ انسان کو تمام آفات سے بچاتا ہے۔

نیکی اور اچھائی انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق کے دلوں میں محبوب بنا دیتی ہے تو جہاں نیکی جسم کے ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ بن کر انسان کو محفوظ کرتی ہے وہاں انسان کی محبت مخلوق کے دلوں میں آنے سے انسان انسانی تکالیف اور سازشوں سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے اور زمینی آفات سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔

درس بخاری شریف

اس باب میں درج ذیل امور کی تشریحات کی جائیں گی:

۱. امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الوحی" سے ابتدا کیوں کی؟

۲. دیگر محدثین نے ابتدا کس طرح کی؟

۳. ترجمۃ الباب "کیف کان بدء الوحي.......الخ" کی تشریح۔ بدء سے کیا مراد ہے؟

۴. احادیث مبارکہ کی بات سے مناسبت۔

۵. وحی کی لغوی اور اصطلاحی تعریف۔

وحی سے ابتدا کرنے کی وجہ

محدثین و مصنفین کا قاعدہ ہے کہ مشہور اور معروف عنوان سے کتاب کا آغاز کرتے ہیں۔ عنوان کے سمجھنے سے طالبِ علم، مفسر، محدث و مصنف کتاب کی غرض وغایت کو سمجھ جاتا ہے۔

اس کو "براعة الاستهلال" کہتے ہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح کی ابتدا

کتاب المصابیح کا ابتدائی عنوان ایمان ہے۔ کیونکہ ایمان بنیادی چیزوں عقائد و ارکان اسلام سے ہے۔ ایمان نہیں تو دربار الٰہی میں کوئی عمل قابل قبول نہیں۔

انسان کو ایمان پر خوب محنت کرنی چاہیے۔ تاکہ قلب میں راسخ ہوجائے۔

سنن ابن ماجہ کی ابتدا

انھوں نے ابتدا "اعتصام بالسنۃ" سے کی ہے۔ اعتصام کے معنی ہیں مضبوطی سے ہاتھ میں پکڑنا۔ جب تک سنت اور بدعت میں فرق نہ ہو جائے، سنت کی اہمیت دل میں نہ بیٹھ جائے تب تک ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ بدعت ظاہراً کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو لیکن جس قول اور عمل پر نبی ﷺ کی مہر نہ ہو وہ صرف مردود ہی نہیں وبال ایمان اور جان ہے۔

مثال: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بیٹی سے فرمایا میرے لیے دو جوڑے رکھنا، ایک نماز کے لیے صاف دھلا ہوا۔ دوسرا اقتضاے حاجت کے لیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی مکھی غلاظت پر بیٹھے، پھر میرے کپڑوں پر آجائے، جس کی وجہ سے کپڑوں پر غلاظت کا اثر ہوجائے۔ بیٹی نے جواب دیا کہ اگر دو جوڑے رکھنے ہوتے تو امام الانبیا ﷺ

رکھتے۔ آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ تقویٰ نہیں ہے۔ والدِ محترم نے بات کو رد نہ فرمایا۔ فوراً قبول کر لیا اور دعا دی کہ جزاک اللہ تم نے میری آنکھیں کھول دیں۔ لہٰذا جب تک بدعت سنت سے جدا نہ ہو اس وقت تک ایمان کامل نہیں ہوتا۔

لطیفہ: پہلے ہمارے علاقوں میں نماز کے بعد تین تین دفعہ دعا ہوتی تھی۔ میں نے ایک مرتبہ تقریر کی اور ایسا کرنے سے منع کیا۔ مقامی امام نے کہا کہ دیکھو دعا کرنے سے منع کرتا ہے۔ یہ تو مالدار مولوی ہے اسے دعا کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم غریب ہیں ہم تو بار بار دعا کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ سنت کے مطابق عمل ہو تو عبادت ہے ورنہ بدعت ہے۔

موطاامام ملک کی ابتدا

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے "مواقیت الصلاۃ" سے ابتدا کی۔ کیونکہ تمام عبادتوں میں اہم ترین عبادت اور جس عبادت کا اثر تمام عبادتوں پر ہے، جو دین کی بنیاد ہے۔ عماد الدین ہے۔ جس کے تارک کو کافر فرمایا وہ نماز ہے۔

نمازوں کے لیے اوقات مقرر ہیں۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

یہ اوقات صلوۃ در حقیقت نزول رحمت کی ساعات ہیں۔

نبی ﷺ نے ایک لشکر کو جہاد میں بھیجتے ہوئے فرمایا نماز کے وقت حملہ نہ کرنا۔ نماز پڑھنا تاکہ رحمتوں کا نزول ہو۔ نصرت آئے پھر حملہ کرنا کہ غلبہ تمھارا ہو۔

نماز کا وقت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ وقت گیا تو برکت فوت ہو گئی۔

پشتو شعر

مونز چہ قضا شی بیا اور شی ادا کی گی نہ قضا شسوی

کہ اگر نماز قضا ہو گئی تو دوبارہ ادا ہو جائے گی۔ لیکن جو دیدار گیا وہ دوبارہ نہ ہو گا۔ نماز کے اوقات میں اللہ رب العزت کی خاص تجلیات متوجہ ہوتی ہیں۔ وقت نکل گیا تو دوبارہ نہ ملیں گی۔

سنن ترمذی وابی داؤد کی ابتدا

انھوں نے طہارت سے ابتدا کی۔ کیونکہ نماز کے لیے طہارت موقوف علیہ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الوحی سے ابتدا

وحی سے ابتدا کرنے کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی وہ قول و عمل جو وحی کی طرف منسوب نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اگر وحی کی طرف منسوب ہے تو قابل اعتنا و بھروسہ ہے ورنہ نہیں۔

دوسری اللہ و بندے کے درمیان تعلق خالق و مخلوق عبدیت و عبودیت کا وحی کی وجہ سے ہے۔ یہ خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ ہے۔

امام بخاری نے اشارہ فرمادیا کہ میری کتاب کی جو چیز وحی کی طرف منسوب ہو وہ قابل بھروسا ہے۔ جو چیز وحی کی طرف منسوب ہو وہ قابل وزن ہے۔ اس لیے آخر میں باب قائم کیا وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ جو اعمال وحی کی طرف منسوب ہیں وہ قیامت میں تولے جائیں گے ورنہ بیکار ہیں۔ چنانچہ وحی کی عزت، عظمت و عصمت کو بیان کرنے کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وحی سے ابتدا فرمائی۔

سانحۂ ارتحال

اہل اللہ کے متعلق بندے نے سنا تھا کہ ان کو ان کے انتقال سے قبل ہی من جانب اللہ پتا چل جاتا ہے۔ بندے نے اس کا مشاہدہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال پر کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے قبل بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں اور بہت سے واقعات ایسے پیش آئے، جن سے اس طرف اشارہ تھا مگر افسوس کہ مجھ سمیت کوئی بھی نہ سمجھ پایا۔

۱) رمضان المبارک کے آخری ایام میں فرمایا کہ ”مولانا! میرے جنازے سے پہلے نہیں جاسکتے“۔

۲) وفات سے ایک ماہ قبل دو مرتبہ فرمایا کہ ”مولانا! تم مجھے یاد کرکے بہت روگے“۔

۳) تین مرتبہ تقریباً آخری ایام میں فرمایا: ”مولانا وعدہ کرو کہ مجھے دعاؤں میں کبھی نہ بھولوگے۔ میرے لیے ضرور دعا کرنا“۔

۴) آخری شب جمعہ کی مجلس میں چار علمائے کرام نے اجازت حدیث لی۔ ان کو اسناد تقسیم کرنے کے لیے مولانا عمران صاحب کو بلایا۔ انھوں نے عرض کی کہ صرف چار اسناد ہی موجود ہیں اور چھپوالیں گے جس پر فرمایا کہ ”بس اب اس کی ضرورت نہیں ہے“۔

۵)ہارٹ اٹیک سے کچھ دن پہلے فرمانے لگے کہ ”مولانا پہلے میں سمجھتا تھا کہ لمبی عمر ہونی چاہیے، لیکن اب لمبی عمر کے نقصانات نظر آتے ہیں اب میں تھک چکا ہوں“۔

۶)جس دن دل کا دوڑا پڑا اس سے ایک دن قبل حدیث مبارکہ کا سبق پڑھایا اور فرمایا کہ ”بنوری ٹاؤن کے ایک استاذ تھے مولانا ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، انھوں نے طلبہ کو حدیث پڑھائی، فجر کی نماز میں ہارٹ اٹیک آیا اور انتقال ہوگیا۔ یہ ہوتی ہے زندگی کہ دین کی خدمت میں گذاری اور یہ ہوتی ہے موت“۔

۷)آخری دن عصر کے بعد درس حدیث میں دل کی اصلاح پر درس ہوا۔ دل صحیح ہو تو انسان صحیح ورنہ انسان کی موت واقع ہوتی ہے، چاہے جسمانی ہو یا روحانی۔ فرمایا کہ ”دل ہی اصل چیز ہے“۔

۸)ہارٹ اٹیک کی رات کو ایک شادی سے واپسی پر مولانا عمران صاحب سے فرمایا کہ ”اس دعوت میں سب لوگوں کو بلایا تھا“۔ پھر اجمل بھائی سے فرمایا کہ اب یہ میرا کام نہیں۔ اب آپ لوگوں کو دیکھنا اور سنبھالنا ہے۔

۹)اپنی قبر کی جگہ پہلے ہی متعیّن فرمادی۔ کفن کا کپڑا رکھا۔ وصیت کی کہ میرے کفن پر میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا جبہ مبارک رکھ دینا۔ اور یہ بھی بتایا کہ نماز جنازہ مولانا شمس الحق صاحب دامت برکاتہ پڑھائیں گے۔ انتیس ستمبر بروز اتوار، فجر کی نماز ادا فرمائی۔ تسبیحات مکمل کیں۔ دعا کے لیے جیسے ہی ہاتھ اٹھائے، ہارٹ اٹیک ہوگیا۔ طلبہ و خدام فوراً قریبی ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ دل کا مسئلہ ہے، بڑے ہسپتال پہنچایا جائے۔ چنانچہ بڑے ہسپتال پہنچایا گیا۔ چیک اپ کے بعد معلوم ہوا کہ دل کی رگیں بند ہیں۔ آپریشن کرنا ہوگا۔ سب ڈاکٹروں نے یہی رائے دی۔ اہل خانہ بھی مجبور ہوگئے، پھر حضرت سے اجازت لی گئی تو فرمایا کہ ”ٹھیک ہے آپریشن کرنے دو“۔

۱۰)اگلے روز پیر کی صبح ۷:۳۰ بجے سب لوگوں نے ملاقات کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرا سبق رہ گیا۔ لوگوں نے تسلی دی کہ ان شاء اللہ! سبق دوبارہ پڑھائیں گے۔ حضرت جواباً صرف مسکرائے۔

۱۱)آپریشن کے لیے جب لے جارہے تھے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں بند تھیں اور زبان پہ درود شریف جاری تھا۔ جب آپریشن تھیٹر کے سامنے پہنچے تو سب سے فرمایا کہ بس، اب اللہ کے حوالے۔

۱۲)آپریشن کے بعد طبیعت نہ سنبھلنے کی بنا پر ہسپتال ہی میں رہے اور ۷ادن تک بس یہی فرماتے رہے کہ مجھے اب یہاں سے لے جاؤ لیکن ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ طبیعت میں بہتری آجائے گی لہذا علاج کو جاری رکھا گیا۔

۱۷ اکتوبر کی صبح اچانک طبیعت بگڑ گئی سانسیں بظاہر ختم ہو چکی تھیں، لیکن دل چل رہا تھا، اس وجہ سے ڈاکٹروں نے وینٹی لیٹر لگا دیا لیکن طبیبوں کو یہ معلوم نہ تھا۔

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیے لاکھوں اُس قلب میں یا اللہ! کیا آگ بھری ہوگی

اللہ والوں کا دل دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ سنیچر کی رات ۱۸ اکتوبر کو وینٹی لیٹر ہٹایا گیا۔ ڈاکٹروں کے مطابق وینٹی لیٹر ہٹاتے ہی اگر نوجوان بھی ہو تو ۳ گھنٹے بعد بات کرتا ہے۔ لیکن حضرت کی کرامت تھی کہ بقول اہل و عیال کے جیسے ہی وینٹی لیٹر ہٹایا فوراً حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمدا رسول الله ﷺ. الله ... الله ... الله!

یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے آخری الفاظ تھے۔ ان کو سن کر تمام حاضرین رو پڑے اور ڈاکٹر بھی اس کرامت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے۔ اللہ نے اپنے پیارے کی شان دنیا پر ظاہر کر دی۔ ہر دل رو رہا تھا۔ ہر آنکھ برس رہی تھی کہ ایک مشفق والد، استاذ، شیخ، دوست، ساتھی، ہر ایک کا غم گسار، اللہ کا ولی، حضور ﷺ کا سچا عاشق و غلام، شریعت و طریقت کا شاہ اور اسلاف کا کامل نمونہ ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده بأجل مسمى. فلنصبر ولنحتسب. القلب يحزن والعين تدمع ولا نقول إلا ما يرضى ربنا. وإنا بفراقك يا شيخ أسفنديار لمحزونون۔

رات کو تقریباً اڑھائی بجے جامعہ میں لایا گیا۔ جوق در جوق علماء و طلبہ آخری دیدار کے لیے آئے۔ وصیت کے مطابق جنازہ پر حضرت خواجہ عبد المالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا جبہ رکھا گیا۔ اکابر علماء و اہل اللہ سمیت ہر طبقے کے لوگ جنازے میں حاضر تھے۔ "عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے" ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور استاد الحدیث مولانا شمس الحق صاحب دامت برکاتہ نے جنازہ پڑھایا۔ پھر سب نے اشک بار آنسوؤں کے ساتھ مدرسے کے احاطے میں ہی تدفین کی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سنے کون قصۂ دردِ دل مرا غمگسار چلا گیا
جسے آشناؤں کا پاس تھا، وہ وفا شعار چلا گیا
وہی بزم ہے وہی دھوم ہے، وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس مرے شیخ کی، جو تہِ مزار چلا گیا
وہ سخن شناس وہ دور بیں، وہ گدا نواز وہ مہ جبیں
وہ حسیں، وہ بحرِ علوم دیں، مرا تاجدار چلا گیا
کہاں اب سخن میں وہ گرمیاں، کہ نہیں رہا کوئی قدرداں
کہاں اب وہ شوق میں مستیاں، کہ وہ پر وقار چلا گیا
جسے میں سناتا تھا دردِ دل، وہ جو پوچھتا تھا غمِ دروں
وہ گدا نواز بچھڑ گیا، وہ عطا شعار چلا گیا
بہیں کیوں نصیر نہ اشکِ غم، رہے کیوں نہ لب پہ میرے فغاں
ہمیں بےقرار وہ چھوڑ کر، سر رہ گزار چلا گیا

مبشراتِ منامیہ

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ یعنی اللہ کے دوستوں کے لیے دنیاو آخرت میں بشارت ہے۔ بعض مفسرین نے دنیوی بشارتوں میں ایسے اچھے خوابوں کو بھی شمار کیا ہے جو بندہ مومن خود دیکھے یا اس کے بارے میں کوئی دوسرا دیکھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت کی حیات میں بھی اور وفات کے بعد بھی کئی لوگوں نے ایسے خواب دیکھے، جن سے ان کی عند اللہ مقبولیت واضح ہوتی ہے۔

ایک طالبِ علم کا خواب

ایک چھوٹے طالبِ علم نے بتایا کہ میرے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی خواہش تھی میں روزانہ سونے سے پہلے سات مرتبہ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ پڑھتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ تمام طلبہ دار الافتا کی طرف دوڑ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، میں بھی ان کے پیچھے دوڑتا ہوا دارالافتا میں داخل ہوا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور اور

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ بالکل ایک جیسا تھا (یعنی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اتباع کرنے والے تھے)۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ

ایک طالبِ علم نے بتایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ "مجھے میرے استاذ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام دکھا دیجیے"۔ رات جب سویا تو ایک خواب دیکھا کہ بڑی پر رونق محفل ہے۔ جس میں سفید لباس زیب تن کیے ہوئے کئی حضرات موجود ہیں۔ ان میں سے ایک شخصیت (جو بڑے روشن چہرے والی تھی) کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک بزرگ ہستی کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اتنے میں میرے دل میں آیا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی یہیں تشریف لا رہے ہیں۔

بنوری ٹاؤن کے ایک طالبِ علم کی خواب میں زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بنوری ٹاؤن کے ایک طالبِ علم نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جامعہ دارالخیر تشریف لائے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہونٹوں کو بوسہ دیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

ایک طالبِ علم نے کئی سال پہلے خواب میں دیکھا کہ سورج اس کی نگاہوں کے بالکل سامنے ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ولایت ہے، اس کے بعد اس طالبِ علم کو پوری دنیا ایک گیند کی طرح دکھائی گئی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تعاف کروانا

ایک طالبِ علم نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا مجمع ہے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجمع کے سامنے ایک ممبر پر تشریف فرما ہیں یہ طالبِ علم کھڑے ہو کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کروانا شروع کرتا ہے تو خود بخود اس کی زبان سے یہ آیات مبارکہ جاری ہوتی ہیں۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾ جَزَاءً مِنْ رَبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی اطلاع ملنا

الف) ایک ساتھی نے بتایا کہ مجھے حضرت کی وفات کی اطلاع نہیں ملی تھی، میں نے خواب میں دیکھا کہ مدرسے میں ہوں اور مدرسے کے اندر پہاڑ بھی ہیں اور ریل کی پٹڑی بھی ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ لوگوں میں کھانے پینے کی کچھ اشیا تقسیم فرمارہے ہیں۔ میں حضرت کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہوں۔ حضرت نے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے چہرے کو اوپر اپنی طرف کیا اور فرمایا کہ کیا میری میت کی زیارت کے لیے نہیں آؤ گے؟ میں نیند سے اچانک بیدار ہوا اور معلوم کیا تو پتا چلا کہ حضرت کا انتقال ہو چکا ہے، میں بھاگتا ہوا مدرسے میں آیا تو دیکھا کہ اسی وقت حضرت کا جنازہ زیارت کے لیے خانقاہ سے لایا جارہا تھا، چنانچہ میں نے حضرت کے چہرے کی زیارت کرلی۔

وفات کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

جامعہ کے ایک طالبِ علم نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے حضرت کا چہرہ چمک رہا تھا اور داڑھی مبارک کے بال کالے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سینے سے کرتے کو ہٹایا، آپریشن کا نشان تھا اور حضرت مسکرا رہے تھے۔

شجرہ نقشبندیہ فضلیہ صدیقیہ

- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
- حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
- حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

- حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ محمد املنگی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ حافظ محسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

- حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ
- شیخ العلماء والمشائخ حضرت خواجہ عبد المالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
- شیخ التفسیر والحدیث مولانا خواجہ محمد اسفندیار نور اللہ مرقدہ

شجرۂ قادریہ غفوریہ

- حضرت سید الکونین سر کارِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- حضرت ابو تراب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- حضرت شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ داود طائی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ ابو محفوظ معروف بن فیروز الکرخی رحمۃ اللہ علیہ
- ابو الحسن حضرت عبد اللہ السری المغلس السقطی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ سید الطائفۃ ابو القاسم بن محمد جنید القواریری البغدادی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ ابی بکر محمد الشبلی المالکی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ عبد العزیز بن الحارث التمیمی رحمۃ اللہ علیہ

- حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز بن الحارث التیمی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ ابوالفرج محمد بن عبداللہ الطرطوسی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ ابوالحسن علی بن احمد بن یوسف الہنکاری القرشی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ ابوسعید مبارک بن علی المخزومی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ محی الدین ابو محمد شیخ المشائخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ سید کبیر الدین شاہ دولہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ شاہ منور علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخِ طریقت محمد شاہ عالم دہلوی (احمد آباد) رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ قطب الاقطاب فیض محمد جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ مولانا محمد صدیق بونیری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ مولانا حافظ محمد عمرزائی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ مولانا محمد شعیب تورڈھیری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ مولانا عبدالغفور سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ نجم الدین المعروف ہڈے صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ ولی احمد المعروف سنڈاکئی بابا رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ مولانا محمد قمر صاحب عرف جورہ استاذ رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ مولانا عبدالمجید عرف نمل باباجی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد اسفندیار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ قادریہ غفوریہ محمودیہ

- حضرت سید الکونین سرکارِ دوعالم محمد رسول اللہ ﷺ
- حضرت ابوتراب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- حضرت شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ داود طائی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ ابومحفوظ معروف بن فیروز الکرخی رحمۃ اللہ علیہ
- ابوالحسن حضرت عبداللہ السری المغلس السقطی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ سید الطائفۃ ابوالقاسم بن محمد جنید القواریری البغدادی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ ابی بکر محمد الشبلی المالکی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ عبدالعزیز بن الحارث التیمی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز بن الحارث التیمی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ ابوالفرج محمد بن عبداللہ الطرطوسی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ ابوالحسن علی بن احمد بن یوسف الہنکاری القرشی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ ابوسعید مبارک بن علی المخزومی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ محی الدین ابومحمد شیخ المشائخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ سید کبیر الدین شاہ دولہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ شاہ منور علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخِ طریقت محمد شاہ عالم دہلوی (احمد آباد) رحمۃ اللہ علیہ

- حضرت شیخ احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ قطب الاقطاب فیض محمد جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ مولانا محمد صدیق بونیری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ مولانا حافظ محمد عمرزائی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ مولانا محمد شعیب تورڈھیری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ مولانا عبدالغفور سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ نجم الدین المعروف ہڈے صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ ولی احمد المعروف سنڈاکئی بابا رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ سید محمود صاحب عرف صندل بابا رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد اسفندیار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سندِ حدیث

حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد اسفندیار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سندِ حدیث:

۱. حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد اسفندیار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲. حضرت مولانا خان بہادر عرف ملا تونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ

۳. حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہوی رحمۃ اللہ علیہ

۴. حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

۵. حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۶. حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۷. حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۸. حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اس سند میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ سے حضرت شاہ ولی اللہ تک کل چھے (۶) واسطے بنتے ہیں، لیکن حضرت مولانا عبد الرحمٰن مرہوی نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنجمرد آبادی سے بھی اجازتِ حدیث لی تھی۔ اس میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ سے حضرت شاہ ولی اللہ تک کل چار (۴) واسطے بنتے ہیں، چنانچہ یہ سند درج ذیل ہے:

۱. حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد اسفندیار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲. حضرت مولانا خان بہادر عرف ملا تونگ بابا رحمۃ اللہ علیہ

۳. حضرت مولانا عبد الرحمٰن مرہوی رحمۃ اللہ علیہ

۴. حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنجمرد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۵. حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۶. حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ